ماہنامہ **محدّث** بنارس

www.mohaddis.org

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی

معاون مدیر
مولانا عبدالمتین مدنی

عدد مسلسل: ۳۸۹
جلد: ۳۴ ، شمارہ: ۵

شعبان ۱۴۳۷ھ = مئی ۲۰۱۶ء

بدل اشتراک
- ہندوستان: **150** روپے
- بیرون ممالک: **40** ڈالر
- فی شمارہ: **15** روپے

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں

Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **ALLAHABAD BANK**
KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: ALLA0210547
SWIFT Code: ALLAINBBVAR

مراسلت کا پتہ
Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

اس شمارہ میں

۱-درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲-درس حدیث	مولانا عبدالمتین مدنی	۵
۳-افتتاحیہ	معاون مدیر	۸
۴-ربا(سود) کی شرعی حیثیت	مولانا علی حسین سلفی	۱۰
۵-فضول خرچی	مولانا اسعد اعظمی	۱۶
۶-مولانا ابوالطیب عبدالصمد...	محمد اسلم مبارک پوری	۲۱
۷-مدارس اہل حدیث ہند میں...	ادارہ	۲۷
۸-عالم اسلام کے مشہور......	طارق اسعد بن اسعد اعظمی	۴۰
۹-عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۵
۱۰-باب الفتاوی	دارالافتاء	۴۶

نوٹ : ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

اسلامی عقیدہ توقیفی یعنی منزل من اللہ ہے

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، جو اس کے آخری نبی محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ اللہ تعالی ہی کائنات کا خالق ہے اور انسانوں کا رب اور سارے جہان کا مالک ہے۔

اللہ تعالی کی ذات اور اس کی صفات کا علم انسان کو اللہ تعالی نے اپنے رسولوں کے ذریعہ پہنچایا ہے یہ غیب کی باتیں ہیں جس میں انسان کو عقل دوڑانے کی مجال نہیں ہے، جو لوگ بھی اس میں عقل سے کام لیتے ہیں وہ سب گمراہی کے دلدل میں پھنس جاتے ہیں۔

ایک انسان کا اللہ جل شانہ کے بارے میں وہی ایمان اور عقیدہ ہونا چاہیے جو اللہ نے اپنے بارے میں خود بیان کیا ہے، ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کے ذریعہ جو کچھ بتایا ہے اس پر ایمان لائیں، جس چیز کی نفی کی ہے اس پر بھی ایمان لائیں اور جن امور کو مخفی رکھا ہے ان میں کرید نہ کریں اور اپنی عقل کو نہ دوڑائیں۔ اللہ ہی ہمارا خالق ہے اور ہم اس کی مخلوق ہیں۔ اس فرق کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے اور یہی کمال عبودیت اور بندگی ہے، اللہ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (سورہ ذاریات:۵۶) کہ میں نے جن اور انس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔

اسلامی عقائد توقیفی ہیں یعنی اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ یہاں عقل وتخیلات کا کوئی کام نہیں ہے اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کے ذریعہ ہم کو بتایا ہے وہی عقیدہ کی دلیلیں ہیں۔ اور بغیر دلیل اور شرعی ثبوت کے عقیدہ کے بارے میں کسی چیز کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے۔ چاہے اللہ کی ذات سے متعلق ہو یا اللہ کی صفات سے یا رسول اللہ کی ذات سے متعلق ہو یا رسول کی صفات سے۔

لا إلہ إلا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کے مفہوم ومعنی کو سمجھنے میں اس قاعدہ کو ذہن نشین رکھنا چاہیے۔

اللہ تعالی کی ذات وصفات کے بیان میں قرآنی اسلوب پر غور کریں تو اس بات پر یقین ہو جائے گا کہ یہ علم توقیفی ہے۔ اللہ تعالی نے اپنے آخری رسول محمد ﷺ سے مختلف مقامات پر لفظ قل سے مخاطب کر کے عقیدہ کے مسائل میں آپ کو بھی پابند کر دیا۔ یعنی آپ وہی بات کہیے جو آپ کو بتائی جا رہی ہے۔ مثال کے طور پر غور کریں:

۱-سورہ اخلاص: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ یعنی آپ کہیے کہ وہ اللہ ایک ہی ہے۔

۲-سورہ کافرون: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ، لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ﴾ یعنی آپ کہیے کہ اے کفر کرنے والو جن کی تم عبادت کرتے ہو میں نہیں کرتا۔

۳- ﴿قُولُواْ آمَنَّا بِاللّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ

مُسْلِمُونَ﴾ (سورہ بقرہ:۱۳۶) کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو ہم پر نازل ہوا ہے اور جو نازل ہوا ہے ابراہیم، اسماعیل واسحاق ویعقوب اوران کی اولاد پر اور جو موسی وعیسی کو عطا کیا گیا اور جو کچھ نبیوں کو ان کے رب سے عطا کیا گیا ہے، ہم کسی میں تفریق نہیں کرتے۔ ہم اس (اللہ) کے فرماں بردار ہیں۔

۴- ﴿قُلْ أَغَيْرَ اللّهِ أَتَّخِذُ وَلِيّاً فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلاَ يُطْعَمُ قُلْ إِنِّيَ أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلاَ تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكَينَ، قُلْ إِنِّيَ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ، مَّن يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ﴾ (سورہ انعام:۱۴-۱۶)

کہو! کیا میں اللہ کے علاوہ کسی اور کو اپنا ولی بنالوں؟ جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے جو روزی دیتا ہے، روزی لیتا نہیں ہے، کہو! مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ پہلا مسلمان بنوں اور (یاد رکھنا) کبھی بھی مشرکوں میں شامل نہ ہونا۔ کہو! اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ڈرتا ہوں کہ ایک بڑے دن مجھے سزا بھگتنی پڑے گی۔ اس دن جو سزا سے بچ گیا اس پر اللہ نے رحم کیا اور یہی نمایاں کامیابی ہے۔

۵- ﴿ قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادةً قُلِ اللّهِ شَهِيدٌ بِيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللّهِ آلِهَةً أُخْرَى قُل لاَّ أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَـهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ﴾ (سورہ انعام:۱۹)

کہو! کس کی گواہی سب سے برتر ہے! کہو، میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور یہ قرآن میری طرف بذریعہ وحی بھیجا گیا ہے تاکہ تمہیں اور جن کو یہ پہنچے سب کو متنبہ کردوں۔ کیا واقعی تم لوگ گواہی دے سکتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہیں، کہو! میں تو اس کی شہادت نہیں دے سکتا، کہو! اللہ تو وہی ایک ہے اور میں اس شرک سے قطعی بیزار ہوں جس میں تم مبتلا ہو۔

۶- ﴿قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللّهِ قُل لاَّ أَتَّبِعُ أَهْوَاءكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ إِذاً وَمَا أَنَاْ مِنَ الْمُهْتَدِينَ، قُلْ إِنِّي عَلَى بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَكَذَّبْتُم بِهِ مَا عِندِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلّهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ، قُل لَّوْ أَنَّ عِندِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَقُضِيَ الأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَاللّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ﴾ (سورہ انعام۵۶-۵۸)

(اے محمد) ان سے کہو کہ تم لوگ اللہ کے سوا جن دوسروں کو پکارتے ہو ان کی بندگی کرنے سے مجھے منع کیا گیا ہے، کہو! میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا اگر میں نے ایسا کیا تو گمراہ ہوگیا اور راست پانے والوں میں سے نہ رہا۔

۷- ﴿قُلْ مَن يُنَجِّيكُم مِّن ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً لَّئِنْ أَنجَانَا مِنْ هَـذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ، قُلِ اللّهُ يُنَجِّيكُم مِّنْهَا وَمِن كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنتُمْ تُشْرِكُونَ﴾ (سورہ انعام:۶۳-۶۴)

(اے محمد) ان سے کہو! صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں کون تمہیں خطرات سے بچاتا ہے؟ کون ہے جس سے تم (مصیبت کے وقت) گڑگڑا گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعائیں مانگتے ہو؟ کس سے کہتے ہو کہ اگر اس بلا سے تو نے ہم کو بچالیا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے۔ کہو! اللہ تمہیں اس سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے پھر تم دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔

۸- ﴿قُلْ أَنَدْعُو مِن دُونِ اللّهِ مَا لاَ يَنفَعُنَا وَلاَ يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَى أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ إِنَّ هُدَى اللّهِ هُوَ الْهُدَىَ وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (سورہ انعام:۷۱)

(اے محمد) کہو! کیا اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان؟ اور جبکہ اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا چکا ہے تو کیا ہم الٹے پاؤں پھر جائیں۔ کیا ہم اپنا حال اس شخص کا سا کرلیں جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران وسرگرداں پھر رہا ہو۔ دراں حالیکہ اس کے ساتھی اسے پکار رہے ہوں کہ ادھر آ، یہ سیدھی راہ موجود ہے، کہو! حقیقت میں صحیح رہنمائی تو صرف اللہ ہی کی رہنمائی ہے اور اس کی طرف سے ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ مالک کائنات کے آگے سر اطاعت خم کردوں۔

۹- ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَداً وَلَم يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُن لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيراً﴾ (سورہ اسراء:۱۱۱)

اور (اے محمد) کہو! تعریف ہے اس اللہ کے لیے جس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا اور نہ کوئی بادشاہی میں اس کا شریک ہے اور نہ وہ عاجز ہے کہ اسے کسی حمایتی کی ضرورت ہو اور اس کی بڑائی بیان کرو کمال درجے کی بڑائی۔

ان جیسی اور بہت سی آیتیں ہیں جن میں لفظ قل یا قولوا سے مخاطب کیا گیا ہے۔ اللہ کے رسول محمد ﷺ نے اپنی احادیث میں جو کچھ بیان فرمایا ہے سب وحی ہوا کرتی تھی۔ اور اللہ تعالی کا صریح اور واضح حکم ہے کہ ﴿وما آتاکم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا﴾ رسول جو کچھ دیں اسے قبول کرو اور جن چیزوں سے منع کریں اس سے بچو۔

امام مالک رحمہ اللہ امام اہل مدینہ کا یہ قول ہمارے لیے واضح نصیحت ہے۔ جب ان سے استواء یعنی الرحمن علی العرش استوی کہ رحمن عرش پر مستوی ہوا کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: الاستواء معلوم والکیف مجهول والايمان به واجب والسؤال عنه بدعة. استواء معلوم ہے، کیف یعنی ''استواء کیسے ہے'' یہ معلوم نہیں ہے، استواء پر ایمان رکھنا واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔

یعنی اللہ کی ذات کے بارے میں جو کچھ نہیں بتایا گیا ہے وہاں ہم خاموش رہیں۔ قرآن مجید کی آیات سے یہ واضح ہے کہ اللہ کی ذات اور اس کی صفات اور اس کی قدرت وسلطنت کے بارے میں جو کچھ بھی ہمیں بتلایا گیا ہے من وعن اسی طرح اس پر ایمان رکھیں۔ اللہ تعالی کی ذات کے علاوہ جو کچھ بھی عالم وجود میں ہے سب اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہے اور سب پر اللہ کی حکومت ہے۔ اس میں کسی کو بھی تصرف کا حق نہیں ہے۔ یہی توحید کہلاتا ہے۔ اور لا إلهَ إلا اللّٰه کا مفہوم بھی یہی ہے۔ اگر ہم نے کسی کے اندر تصرف کا عقیدہ رکھا یا کسی سے اپنی حاجت روائی کی درخواست کی تو یہ اللہ کے ساتھ وحدانیت کے عقیدہ میں خلل ہے اور شرک جلی ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالی نے اپنے سب سے برگزیدہ نبی محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (سورہ زمر:۶۵) اور (اے محمد ﷺ) تمہاری طرف اور ان (رسولوں) کی طرف جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہوجائیں گے اور تم خسارے میں رہو گے۔ ☆

درس حدیث

نماز میں بیٹھنے کی کیفیت

مولانا عبدالمتین مدنی

عَنْ أبي حميد الساعدي رضي الله عنه قال كنت أحفظكم لصلاة رسول الله ﷺ فإذا جلس في الركعتين جلس على رجله اليسرى ونصب اليمنى وإذا جلس في الركعة الأخيرة قدم رجله اليسرى ونصب الأخرى وقعد على مقعدته. (صحیح البخاری، ح:۸۲۸)

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کے رسول ﷺ کا طریقۂ نماز یاد رکھنے والا ہوں ......پس جب آپ دورکعتوں کے اخیر میں بیٹھتے تو بائیں پیر پر بیٹھتے اور دایاں پیر کھڑا رکھتے اور جب آپ آخری رکعت میں بیٹھتے تو بایاں پیر بڑھاتے دایاں کھڑا رکھتے اور سرین پر بیٹھتے۔

اللہ کے رسول ﷺ کی نماز کا طریقہ احادیث میں بسط وتفصیل کے ساتھ موجود ہے، صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت حضرت ابوحمید الساعدی، حضرت وائل بن حجر، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت سہل بن سعد، حضرت اسماء بنت ابوبکر، حضرت ابوقتادہ وغیرہم نے آپ کی نماز کا طریقہ بیان کیا ہے، اگرچہ بعض روایتوں میں اختلاف کی وجہ سے بعض مسائل علماء وفقہاء کے درمیان مختلف فیہ ہیں، لیکن اہل تحقیق نے دلائل کی روشنی میں ان مسائل میں امت کی رہنمائی کی ہے، ان ہی مختلف فیہ مسائل میں تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت بھی ہے۔ واضح رہے کہ نماز بنیادی طور پر چار اعمال پر مشتمل ہوتی ہے قیام، رکوع، سجود اور قعود یا جلوس، جس کا معنی بیٹھنا ہے، نماز میں نمازی دوسجدوں کے درمیان بیٹھتا ہے جسے قعدہ کہا جاتا ہے، دوسرا سجدہ کرنے کے بعد اگلی رکعت کے لیے کھڑا ہونے سے پہلے بیٹھنے کو جلسہ استراحت کہا جاتا ہے دو رکعت کے بعد بیٹھتا ہے جیسے تشہد اور اگر تین یا چار رکعت والی نماز ہو تو پہلا تشہد اور تین رکعت والی نماز میں تیسری رکعت اور چار رکعت والی نماز میں چوتھی رکعت کے بعد بیٹھنے کو دوسرا تشہد کہتے ہیں۔

احادیث کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قعدہ، جلسہ استراحت اور تشہد اول کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کا طریقہ وہی تھا جسے مذکورہ بالا حدیث میں ذکر کیا گیا ہے، یعنی بائیں پیر کو پھیلا کر اس پر بیٹھنا اور دائیں پیر (پنجہ) کو کھڑا کرکے اس کی انگلیاں قبلہ رخ کرلینا، اس طریقہ کو افتراش کہا جاتا ہے۔

البتہ دوسجدوں کے درمیان بیٹھنے کا دوسرا طریقہ سنن ترمذی کی ایک صحیح روایت میں ذکر کیا گیا ہے: عن طاووس

يقول قلنا لابن عباس فى الاقعاء على القدمين قال هي السنة فقلنا انا نراه جفاء بالرجل قال بل هي سنة نبيكم. (سنن ترمذی، ح:۲۸۲،صحیح سنن ترمذی، ح:۲۳۲)

طاوس کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے پیروں پر بیٹھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کہا یہ سنت ہے، میں نے کہا کہ ہم تو اسے نمازی کے لیے باعث مشقت سمجھتے ہیں تو آپ نے کہا نہیں یہ تو تمہارے نبی کی سنت ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کبھی کبھی اقعاء بھی کرتے یعنی دونوں قدموں کو کھڑا کر کے ایڑیوں پر بیٹھتے۔

بعض حدیثوں میں اللہ کے رسول ﷺ نے اقعاء سے منع فرمایا ہے،اس سے مراد کتا کی طرح بیٹھنا ہے یعنی دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر دونوں پنڈلیوں اور رانوں کو کھڑا کر کے سرین پر بیٹھا جائے۔

ایک تشہد والی نماز کا تشہد اور دو تشہد والی نماز کے دوسرے تشہد کی کیفیت کے بارے میں حنابلہ اور شوافع کے درمیان اختلاف ہے۔حنابلہ کے نزدیک ایک تشہد والی نماز کے تشہد میں افتراش کیا جائے، یعنی اس طریقہ پر بیٹھا جائے جسے اوپر ذکر کیا گیا۔اور دو تشہد والی نماز کے دوسرے تشہد میں تورک کیا جائے، گویا تورک ان کے نزدیک دو تشہد والی نماز کے دوسرے تشہد کے ساتھ خاص ہے،تورک کا معنی بائیں پیر کو بچھا کر دائیں طرف نکالنا، دایاں قدم کھڑا رکھنا اور سرین پر بیٹھنا۔

امام ابن القیم، علامہ البانی اس کو راجح قرار دیتے ہیں۔(زاد المعاد:۱/۲۴۵-۲۴۶،صفۃ صلاۃ النبی (مترجم)۲۲۰، ۲۲۱،۲۴۶) جبکہ شوافع کا کہنا ہے ہر نماز کا آخری تشہد چاہے وہ دو رکعت والی ہو، تین یا چار والی اس میں تورک کیا جائے گا۔

شوافع نے حضرت ابوحمید الساعدی کی مذکورہ بالا روایت سے استدلال کیا ہے جس میں راوی نے اللہ کے رسول کا پہلا تشہد بیان کرنے کے بعد الرکعۃ الاخیرۃ کا لفظ استعمال کیا جس میں معلوم ہوا کہ جو آخری تشہد ہوگا اس کی یہی کیفیت ہوگی نیز اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں راوی آپ کے تشہد کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: "حتى إذا كانت الركعة التي تنقضى فيها الصلاة أخر رجله اليسرى وقعد على شقه متوركا ثم سلم" (سنن الترمذی ح:۳۰۴،صحیح سنن الترمذی ح:۲۴۹) یہاں تک کہ جب وہ رکعت ہوتی جس میں آپ نماز پوری کرتے تھے تو آپ اپنے بائیں پیر کو موخر کر کے اس کے کنارے تورک کے ساتھ بیٹھتے تھے اور پھر سلام پھیرتے تھے۔

اگرچہ دلائل کی روشنی میں شوافع کی بات قدرے وزنی معلوم ہوتی ہے اور اسی لیے علامہ شوکانی نے نیل الاوطار(۱/۵۶۳) میں اسے راجح قرار دیا ہے۔لیکن یہ واضح رہے کہ مسئلہ صرف افضلیت وغیر افضلیت کا ہے۔امام نووی رقمطراز ہیں: "قال

أصحابنا لا بتعين للجلوس في هذه المواضع هيئة للأجزاء بل كيف وجد أجزأه، سواء تورك أو افترش أو مد رجليه أو نصب ركبتيه أو إحداهما أو غير ذلك، لكن السنة التورك في آخر الصلاة والافتراش فيما سواه". (المجموع شرح المهذب:۳/۴۲۸)

ہمارے اصحاب (شافعیہ) کہتے ہیں: ان جگہوں میں بیٹھنے کی کوئی کیفیت نمازی کے لیے ضروری نہیں ہے، بلکہ جس طریقہ سے بھی وہ بیٹھے وہ اس کے لیے جائز ہوگا، تورک کرے یا افتراش، یا پیر کو پھیلائے یا گھٹنا کو کھڑا رکھے، یا کوئی صورت ہو، ہاں نماز کے آخری تشہد میں تورک سنت ہے اور باقی بیٹھنے کے مواقع پر افتراش۔

اس سلسلہ میں شیخ الحدیث علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ کا ایک فتوی اعتدال اور نمازی کے لیے سہولت پر مبنی ہے، تورک آں حضرت ﷺ سے فعلاصرف دوقعدہ والی نماز میں اور وہ بھی آخری قعدہ میں ثابت ہے۔ دورکعت والی نماز کے قعدہ میں تورک کرنے کے بارے میں کوئی صریح روایت نظر سے نہیں گزری، پس دورکعت والی نماز کے قعدہ میں اختیار ہے کہ تورک کیا جائے یا افتراش پر عمل کیا جائے، دونوں جائز ہے۔ (فتاوی شیخ الحدیث مبارکپوری:۱/۲۵۷) آخری تشہد میں بیٹھنے کا ایک اور طریقہ اللہ کے رسول سے ثابت ہے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: "إنه ﷺ كان إذا قعد في الصلاة جعل قدمه اليسرى بين فخذه وساقه ويفرش قدمه اليمنى" (صحیح مسلم، ح:۵۷۹، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب صفة الجلوس فی الصلاۃ) اور اللہ کے رسول ﷺ جب نماز کے آخری قعدہ میں بیٹھتے تو اپنا بایاں قدم اپنی ران اور پنڈلی کے درمیان کر لیتے اور دائیں پیر کو بچھا لیتے۔

ان تمام تفصیلات کا حاصل یہ ہے کہ قعدہ، جلسہ استراحت اور تشہد میں اللہ کے رسول ﷺ سے بیٹھنے کا جو طریقہ صحیح حدیثوں سے منقول ہے نمازی اپنی سہولت دیکھ کر ان طریقوں میں سے کوئی ایک طریقہ اختیار کرے اور ایک تشہد والی نماز میں اس کے لیے افتراش، اقعاء اور تورک سب جائز ہے اور دو تشہد والی نماز کے دوسرے تشہد میں تورک کی دونوں صورت جو ابھی ذکر کی گئی اس کے لیے مسنون ہے۔ واللہ اعلم۔

☆☆☆

افتتاحیہ

مدارس کے نصاب تعلیم میں عقیدہ کی اہمیت وضرورت

معاون مدیر

اسلام میں تعلیم وتعلم اور اس کے مراکز کو بڑی اہمیت حاصل ہے، ان کے قیام کی ترغیب دی گئی ہے، ان سے منسلک افراد کے فضل ومراتب کو بیان کیا گیا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے بعثت کے بعد اپنی مکی زندگی میں اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے دار ارقم کا انتخاب فرمایا تھا، اگرچہ مکہ کے حالات مسلمانوں کے لیے سازگار نہ تھے، اس کے باوجود اسلامی تاریخ کا سب سے پہلا مدرسہ دار ارقم میں قائم کیا گیا۔

ہجرت مدینہ سے آپ کی مدنی زندگی کا آغاز ہوا، آپ کی تشریف آوری نے مدینہ کو منور کردیا، مدینہ آمد کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی، جس کا مقصد پنج گانہ نماز کی ادائیگی کے ساتھ حکومت کے امور کو انجام دینے کے لیے مرکزی جگہ کا قیام تھا۔ جس میں تعلیم وتعلم کا فریضہ سرفہرست تھا، چنانچہ اس کے لیے مسجد کا ایک گوشہ جو صفہ کہلایا منتخب کیا گیا اور صفہ نشینوں کو تاریخ نے اصحاب صفہ کے نام سے محفوظ کیا۔

امتداد زمانہ کے ساتھ اسلامی سلطنت کا دائرہ بڑھتا گیا اور اس کا رنگ وروپ بھی بدلتا گیا، بغداد، قرطبہ، دمشق، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ علم کے اہم مراکز کے طور پر مشہور ہوئے، محدثین، مفسرین، فقہاء، اہل لغت اپنی اپنی مسندوں پر فروکش ہوئے اور تشنگان علم جوق در جوق ان کا رخ کرنے لگے، پھر جامعات کا دور آیا جن کو ہم معاصر زبان میں یونیورسٹی سے تعبیر کرتے ہیں۔

دور جدید میں مدارس وجامعات کی شکل میں اور تبدیلی واقع ہوئی، نظام تعلیم بھی بدل گیا، حالات اور ضروریات پر مبنی نظام تعلیم کو آج سب سے مفید مانا جارہا ہے۔

موجودہ تعلیمی نظام میں نصاب تعلیم کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، مدارس کے قیام کے مقاصد کو پیش نظر رکھ کر نصاب تعلیم ترتیب دیا جاتا ہے، جس میں طلبا کی عمر، ان کی ذہنی صلاحیت اور کتابوں کی فراہمی کی بھی رعایت کی جاتی ہے۔

نصاب کی ترتیب کا یہ عمل ناقابل تبدیل نہیں ہوتا ہے بلکہ حالات وضروریات کی تبدیلی کے ساتھ اس میں بھی تبدیلی ناگزیر ہوتی ہے اور اس کے لیے حالات حاضرہ پر نظر رکھنے والے ماہرین تعلیم کی ایک ٹیم کی ضرورت ہوتی ہے جو حسب ضرورت حذف واضافہ کے عمل کو جاری رکھے، متوازن نصاب تعلیم، تعلیم کے عمل کو آسان اور مقاصد کے حصول کو یقینی بناتا ہے۔

اسی لیے مدارس کے ذمہ داران اس کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور اس کی اصلاح کے لیے سعی پیہم کرتے ہیں۔

اسلامی مدارس کے نصاب تعلیم میں قرآن وحدیث کے ساتھ سب سے زیادہ اہمیت عقیدہ کو حاصل ہے، اگر مدارس کے فارغین صحیح عقیدہ سے روشناس نہ ہوسکیں تو پھران مدارس کے قیام سے کیا فائدہ؟ جس مقصد کے لیے انبیاء ورسل بھیجے گئے، آسمانی کتابیں نازل کی گئیں۔ رزم گاہ حق وباطل برپا ہوئی، ابتلاء وآزمائش کی قسط وار تاریخ رقم ہوئی، اگراس عقیدہ کی تعلیم کو نظر انداز کردیا جائے تو مدارس کے قیام کا مقصد کیونکر پورا ہوگا۔

اس لیے ذمہ داران مدارس کی اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے نصاب تعلیم میں عقیدہ کو وہی اہمیت دیں جو اسے ہمارے دین میں حاصل ہے اوران کی یہ کوشش ہو کہ مدارس سے فارغ ہونے والا ہر طالب علم نہ صرف صحیح عقیدہ کا حامل ہو بلکہ اس کا داعی ومبلغ بھی ہو۔

الحمدللہ ملک کے مشہور مدارس وجامعات میں جامعہ سلفیہ کا مقام محتاج تعارف نہیں، یہ ہمارے اسلاف کے خوابوں کی تعبیر اوران کی کوششوں کا ثمرہ ہے، یہ سلفیان ہند کا مرکزی دارالعلوم ہے۔ جامعہ سلفیہ کے ذمہ داران اس شرف کو اپنے لیے بڑی ذمہ داری سمجھتے ہیں اور اپنی بے بضاعتی کے باوجود اس بات کے لیے کوشاں رہتے ہیں کہ نہ صرف جامعہ سلفیہ بلکہ تمام مدارس اہل حدیث کی تعلیمی امور میں سرپرستی ورہنمائی کرتے رہیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر ذمہ داران جامعہ وقتاً فوقتاً اکابرین جماعت اور ذمہ داران مدارس کو ان کی اپنی مرکزی درسگاہ میں جمع کرتے ہیں تاکہ ملک کے اطراف واکناف میں پھیلے تقریبا ۳۰ ہزار مدارس کے تعلیمی امور پر باہم صلاح ومشورہ کیا جائے اور بدلتے ہوئے حالات میں ان کی بہتر رہنمائی کی جاسکے۔ ۳۰ و۳۱ / مارچ ۲۰۱۶ء بروز بدھ وجمعرات کو اسی سلسلہ کا ایک تاریخی وعلمی اجتماع جامعہ سلفیہ میں منعقد ہوا جس کا موضوع ''مدارس اہل حدیث کے نصاب تعلیم میں عقیدہ کی تدریس - ایک جائزہ'' تھا۔ الحمدللہ آزاد ہندوستان کی تاریخ میں اس موضوع پر منعقد ہونے والا یہ سب سے بڑا اجتماع تھا۔

ادارۂ محدث جامعہ سلفیہ کے ذمہ داران بالخصوص اس کے محترم صدر مولانا شاہد جنید صاحب سلفی اور محترم ناظم اعلی مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی کو اس اجتماع کے انعقاد پر مبارک باد پیش کرتا ہے۔ اوران تمام شرکاء کو ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہے جو ملک وبیرون ملک سے اس عظیم مقصد کے لیے تشریف لائے۔ آپ کی شرکت سے نہ صرف اس اجتماع کو زینت ملی بلکہ نصاب تعلیم کی اصلاح وتجدید بالخصوص عقیدہ کی تدریس کا جائزہ اوراس کی اصلاح کا جو بیڑا جامعہ سلفیہ نے اٹھایا ہے آپ کی شرکت سے اس مشن کو تقویت حاصل ہوئی۔

اللہ تعالی اس اجتماع کو بارآور کرے اور تمام مدارس اہل حدیث کو اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

ربا (سود) کی شرعی حیثیت

(۲-۲) مولانا علی حسین سلفی ؍استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

بیع کے نفع اور ربا میں کیا فرق ہے؟

ان دونوں میں واضح فرق ہے، چنانچہ علامہ مودودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ربا اور ربح (بیع کا نفع) میں فرق یہ ہے کہ ربا قرض پر مال دے کر اصل سے زائد وصول کرنے کا نام ہے (اسی طرح دو ہم جنس سودی چیزوں کو کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ کرنا) اور اس کے برعکس ربح سے مراد بیع میں لاگت سے زائد قیمت پر فروخت کرنا ہے۔ اس کے مقابلے میں خسارہ کا لفظ بولا جاتا ہے بیع میں لاگت کے کم پر کسی شخص کا مال فروخت ہو۔ صاحب لسان العرب ربح کے معنیٰ لکھتے ہیں: ''الرِبح والرَبح والرباح النماء فی التجر والعرب تقول ربحت تجارته اذا ربح صاحبها فیها ...... وقوله تعالیٰ فما ربحت تجارتهم۔ (لسان العرب 7/442 طبع بیروت)

یعنی تجارت میں افزونی (بڑھوتری) کو رِبح رَبح اور رباح کہتے ہیں، عرب کہتے ہیں ربحت تجارته جب کہ تجارت کرنے والا نفع کمائے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فما ربحت تجارتهم یعنی ان کی تجارت نفع بخش نہیں۔ امام راغب اپنی مفردات میں رقمطراز ہیں: الربح الزیادة الحاصلة فی المبایعة ربح وہ زیادتی ہے جو خرید وفروخت کے معاملے میں حاصل ہو۔

علامہ مودودی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ قرآن مجید خود بھی ربا اور تجارتی منافع کا فرق بیان کرتا ہے، کفار عرب حرمت سود کے خلاف جو اعتراض پیش کرتے تھے وہ یہ تھا ﴿انما البیع مثل الربا﴾ یعنی بیع میں اصل لاگت سے زائد جو قیمت فروخت وصول کی جاتی ہے وہ بھی تو آخر اسی طرح ہے جس طرح قرض کے معاملے میں اصل رأس المال سے زائد ایک رقم لی جاتی ہے، قرآن میں اس کے جواب میں صاف کہا کہ ﴿أحل اللہ البیع وحرم الربا﴾ یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور ربا کو حرام کیا ہے یعنی دولت میں اضافہ بصورت بیع اور چیز ہے اور بصورت قرض اور چیز۔ ایک کو اللہ نے حلال کیا ہے اور دوسرے کو حرام، کوئی شخص منافع چاہتا ہو تو اس کے لئے یہ دروازہ کھلا ہے کہ بیع کا کاروبار کرلے یا کسی دوسرے کے ساتھ اس میں شریک ہو جائے۔ لیکن قرض دے کر منافع طلب کرنے کا دروازہ بند ہے۔ (سود از علامہ مودودی ص:203)

سطور بالا سے ربح اور ربا کے درمیان فرق واضح ہو گیا لیکن یہ یاد رہے کہ اگر تجارت وکاروبار حلال ہے تو اس کا ربح (نفع) بھی حلال ہے۔ اور اگر تجارت وکاروبار حرام ہے تو اس کا ربح بھی حرام ہے۔ اور اگر تجارت مشکوک ہے تو اس کا نفع بھی مشکوک ہوگا، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''الحلال بین والحرام بین وبینهما أمور مشتبهة'' (رواه

البخاری فی صحیحہ مع الفتح 4/290(2051) یعنی کچھ چیزوں کی حلت بالکل واضح ہے اور کچھ چیزوں کی حرمت بالکل واضح ہے اور کچھ چیزوں کی نہ حلت واضح ہے اور نہ ہی حرمت، اسی طرح تجارت میں نفع کا مسئلہ ہے، یعنی کچھ تجارتی منافع بالکل حلال ہیں اور کچھ بالکل حرام اور کچھ مشکوک۔ چنانچہ صاحب الموسوعۃ الفقہیۃ (26/84) میں تحریر فرماتے ہیں{

الربح اما یکون مشروعا أو غیر مشروع أو مختلفا فیه، فالربح المشروع هو ما نتج عن تصرف مباح كالعقود الجائزة مثل البيع والمضاربة والشركة وغيرها فالربح الناتج عن هذه التصرفات المباحة حلال بالاجماع مع مراعاة ان لكل عقد من هذه العقود قواعد وشرائط شرعية لابد من مراعاتها؛ والربح غير المشروع هو ما نتج عن تصرف محرم كالربا والقمار والتجارات المحرمة لقوله عزوجل أحل الله البيع وحرم الربا۔ (سورۂ بقرہ:275) وقوله ﷺ: إن الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام۔ (بخاری مع الفتح4/424)

وأما الربح المختلف فيه فمنه ما نتج عن التصريف فيما كان تحت يد الانسان من مال غيره سواء كانت يد أمانة كالمودع ام يد ضمان كالمغاصب وخلافه۔ (الموسوعة الفقهية 22/84)

یعنی ربا یا مشروع (جائز) ہوگا یا غیر مشروع (ناجائز) یا تو مختلف فیہ تو جو نفع جائز معاملات سے حاصل ہو جیسے بیع وشراء، بیع مضاربہ، وغیرہ تو وہ بالاتفاق حلال ہے جب ان کی تمام شرطوں کا لحاظ کیا جائے، اور جو نفع حرام کمائی سے ہو وہ بلاشبہ حرام ہے، ارشاد گرامی ہے: اس نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب اور مردہ، سور اور بتوں کی تجارت کو حرام قرار دیا ہے۔

اور وہ نفع جس کی حلت وحرمت کے بارے میں اختلاف ہے تو یہ وہ نفع ہے جس کی جہاں دلیل حرمت ہے تو دلیل حلت بھی۔

ربا کے بارے میں دارالاسلام (اسلامی حکومت) اور دارالکفر (ہندوستان) کے مابین احکام میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ یا دونوں جگہوں میں احکام برابر ہوں گے؟

دارالاسلام اور دارالحرب یعنی دارالکفر سود کے حکم کے بارے میں یکساں ہیں یا یکساں نہیں اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے جمہور اہل علم دونوں کو برابر سمجھتے ہیں اور کچھ اہل علم دونوں کو برابر نہیں سمجھتے جو حضرات ان دونوں کو برابر خیال کرتے ہیں ان میں امام اوزاعی، امام مالک امام احمد بن حنبل، امام شافعی اور امام ابویوسف رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں،، اور جو حضرات ان دونوں کو برابر خیال نہیں کرتے ان میں قابل ذکر امام ابوحنیفہ اور محمد رحمہما اللہ ہیں، سود کے احکام ومسائل از: ڈاکٹر فضل الرحمٰن مدنی ص:15۔

لیکن میرے نزدیک جمہور اہل علم کا موقف ہی زیادہ قوی وصحیح ہے اس لئے کہ اس کے دلائل ونصوص قوی وصریح ہیں

جن دلائل ونصوص سے یہ حضرات استدلال کرتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) قرآن کریم اور حدیث شریف میں حرمت ربا سے متعلق جو نصوص آئے ہیں وہ مطلق ہیں زمان ومکان کی قید وبندش سے پاک ہیں، اللہ تعالی نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام قرار دیا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿أحل اللہ البیع وحرم الربا﴾ (البقرہ:275)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے "لعن رسول اللہ ﷺ آکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء" (مسلم، المساقاۃ، باب لعن آکل الرباح:102) یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے سود کھانے اور کھلانے اور لکھنے اور گواہی دینے والوں پر لعنت بھیجی ہے اور یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔

اسی طرح قرآن مجید کی دوسری آیتوں اور احادیث نبویہ میں دوسری جگہ بھی حرمت ربا کا ذکر ہے لیکن ان میں زمان کی قید ہے نہ مکان کی قید ہے ہر طرح کی قید سے خالی ہیں یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سود ہر جگہ حرام ہے خواہ دارالحرب ہو کہ دارالاسلام۔

(۲) اسلام نے اہل اسلام پر سود کو ممنوع اور حرام قرار دیا ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو اس لئے مسلمان پر جو چیز دارالاسلام میں حرام ہے وہ دارالحرب میں بھی حرام ہوگی جیسے "سور کے گوشت کا استعمال" "محرمات سے شادی" ان میں تفریق کی کوئی دلیل کتاب وسنت اور اجماع امت میں نہیں ملتی۔

(۳) ربا کی حرمت جس طرح مسلمانوں کے حق میں ثابت ہے اسی طرح کافروں کے حق میں بھی، اس لئے کہ صحیح قول کے مطابق کافر بھی حرام چیزوں کے مخاطب ہیں، یعنی وہ بھی ان کے مکلف ہیں چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وأخذھم الربا وقد نھوا عنہ وأکلھم أموال الناس بالباطل﴾ (النساء:161) یعنی یہودی بھی سود لیتے ہیں حالانکہ ان کو اس سے منع کیا گیا ہے اور لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں، امام ابو یوسف اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے کفار کو بھی حرام چیزوں سے بچنے کے مکلف قرار دیئے ہیں۔ (بدائع الصنائع: 7/3127)

اس بات پر تمام اہل علم وفقہ کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی حربی دارالاسلام میں امان لے کر آئے تو اس سے کسی بھی مسلمان کا سودی کاروبار کرنا جائز نہیں۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہنا بجا ہوگا کہ اگر کوئی مسلمان دارالحرب میں امان لے کر جائے تو اس کا سودی کاروبار حربیوں کے ساتھ ممنوع ہوگا۔ (الربا والمعاملات المصر فیہ ص:228-227 میں یہ چاروں ادلہ مذکور ہیں)

فریق ثانی: یعنی ان حضرات کے دلائل جو دارالحرب اور دارالاسلام کو ایک قرار نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ دارالاسلام میں سود حرام ہے مگر دارالحرب میں حلال ہے۔

(۱) روی مکحول عن النبی ﷺ أنه قال لا ربا بین مسلم وحربی فی دار الحرب۔ (أخرجه الامام الشافعی فی الام 7/326، والبیهقی فی معرفة السنن کما فی نصب الرایه 4/44 وقال الزیلعی: هو غریب۔

یعنی دار الحرب میں کسی بھی مسلم وحربی کے مابین سود نہیں ہے۔ یعنی حرام نہیں ہے۔ یہ دلیل بچند وجوہ مخدوش اور ناقابل استدلال ہے۔

اولاً: یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے کہ امام مکحول تابعی ہیں اور ان کا لقاء نبی ﷺ سے نہیں، اس لئے یہ حدیث مرسل ہوئی اور عند المحدثین حدیث مرسل ضعیف ہوتی ہے، لہٰذا اس سے استدلال صحیح نہیں، اس لئے امام زیلعی حنفی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: وهذا الحدیث لیس بثابت ولا حجة فیه۔ یعنی یہ حدیث نہ صحیح ہے اور نہ حسن اس لئے یہ لائق استدلال نہیں، اسی لئے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید ہیں۔ اپنے امام واستاد کی اس مسئلہ میں مخالفت کی۔

ثانیاً: اس حدیث کا وہ معنی نہیں جو فریق ثانی نے اختیار کیا ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ سود جس طرح دار الاسلام میں حرام ہے اسی طرح دار الحرب میں بھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ﴿فلا رفث ولا فسوق ولاجدال فی الحج﴾ (بقرہ: 197) یعنی معناه لایباح الربا فی دار الحرب: جمعا بین الأدلة (المجموع: 9/442) یعنی یہ حدیث اگر بالغرض صحیح بھی ہو جائے تو اس کی تاویل یہ کریں گے کہ دار الحرب میں ربا جائز نہیں تاکہ نصوص محرمہ اور نصوص مبیحہ کے درمیان تطبیق دی جاسکے اور دونوں ہی پر عمل ہو سکے۔

ثالثاً: یہ بات عیاں ہوگئی کہ حدیث مذکورہ میں سود کے جواز وعدم جواز دونوں کا احتمال ہے اور قاعدہ ہے کہ ’’اذا احتمل الدلیل بطل الاستدلال به‘‘ یعنی جب کسی دلیل میں احتمال پیدا ہو گیا تو اس سے استدلال کرنا باطل ٹھہرا۔

رابعاً: کتاب وسنت میں بکثرت نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سود مطلقاً حرام ہے خواہ دار الحرب میں ہو کہ دار الاسلام میں، اور مکحول کی مرسل ضعیف حدیث دار الحرب میں جواز سود پر دلالت کرتی ہے۔ ایسی صورت میں نصوص صریحہ واضحہ ہی لائق استناد اور قابل ترجیح ہیں۔

(۲) نبی ﷺ نے فرمایا: ربا الجاهلیة موضوع، وأول ربا أضع ربانا ربا عباس بن عبدالمطلب فانه موضوع کامله (صحیح مسلم: 147، کتاب الحج، باب حجة النبی.

یعنی جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا اور سب سے پہلا سود جس کو میں ختم کرتا ہوں وہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے اس لئے کہ سود پورا ختم کر دیا گیا۔

یہ فریق ثانی کی دوسری دلیل ہے،وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ یا تو غزوہ بدر کے موقع پر اسلام لے آئے یا غزوہ خیبر کے موقع پر اسلام قبول کیے اور مکہ میں رہتے ہوئے جو کہ اس وقت دار الحرب تھا اپنا سودی کاروبار جاری رکھا یہاں تک کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر یہ اعلان عام کردیا کہ سودی کاروبار یا لین دین ختم کردیا گیا اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سود کو بھی ختم کردیا گیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد بھی مکہ دار الحرب میں سودی کاروبار کیا اس سے یہ پتہ چلا کہ ایک مسلمان دار الحرب میں سودی کاروبار کرسکتا ہے۔

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس میں اس بات کی صراحت نہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد بھی سودی کاروبار جاری رکھے ہوئے تھے، لہٰذا نبی کریم ﷺ کا فرمان اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ یہ اس سودی کاروبار کے بارے میں تھا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دور جاہلیت میں کیا تھا، اور اگر اس بات کو تسلیم بھی کرلیا جائے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد بھی سودی کاروبار کیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ عین ممکن ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حرمت سود کا علم نہ تھا، اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ اگر ان ہی کی طرح صحابۂ کرام حربی ومسلم کے درمیان سودی کاروبار کو صحیح سمجھتے تو اس پر ضرور عمل کرتے لیکن ان کا اس پر عمل نہ کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حربی ومسلم کے درمیان سودی کاروبار حرام ہے۔(الام 3/353)

اس دلیل کا ایک واضح جواب یہ ہے کہ اگر عباس رضی اللہ عنہ کا اسلام لانے کے بعد سودی کاروبار جائز ہوتا تو نبی کریم ﷺ وضع سود کا حکم کیوں صادر فرماتے، بہرحال اس سے معلوم ہوا کہ مسلم اور حربی کے درمیان سودی کاروبار ناجائز ہے اور اس سے مسلمان کو جو سود حاصل ہو وہ حرام ہے۔

(3) فریق ثانی کی تیسری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے: أيما دار أو ارض قسمت فی الجاهلية فهو على قسم الجاهلية (موطأ إمام مالک ص:313 باب القضاء فی قسم الأموال)

یعنی جس گھر کی یا جائداد کی تقسیم بطور میراث دور جاہلیت میں ہوئی ہو اسے اسی حال میں برقرار رکھا جائے گا خواہ وہ کتاب وسنت کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں، ٹھیک سودی کاروبار جو دار الحرب میں ہو اس کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے۔

اس دلیل کا جواب یہ کہ یہ حکم ان مشرکین کے بارے میں ہے جنھوں نے دور جاہلیت میں میراث کی تقسیم کی ہو اس کو اسی حال پر باقی رکھا جائے گا۔ اس سے کسی طرح کا تعرض نہیں کیا جائے گا۔ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ جو تقسیم دور جاہلیت میں ہو اس کو اسی حال میں باقی رکھا جائے گا اور جو تقسیم اسلام کے بعد ہو اس کو اسلام کے قوانین کے مطابق کیا جائے گا۔(2915) نیل الاوطار 2/73)

(۴) فریق ثانی کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ حربیوں کے مال بلا عقد ہمارے لئے حلال ومباح ہیں، تو عقد فاسد (سودی کاروبار) سے بدرجہ اولیٰ حلال ہونا چاہیے، اس لیے کہ کاروبار باہم رضامندی سے ہو رہا ہے اور اس میں کسی قدر غدر وخیانت نہیں ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ دعویٰ قابل تسلیم نہیں، کیونکہ اگر حربی دارالاسلام میں امان لے کر داخل ہو اور اس سے کوئی مسلمان سودی کاروبار کرے تو یہ صورت بالاتفاق ناجائز وحرام ہے۔ حالانکہ دلیل کا تقاضا ہے کہ یہ صورت بھی جائز ہو۔

اس کی دلیل کے مخدوش ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر حربیوں کے مال مال غنیمت ہونے کی وجہ سے حلال ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عقد فاسد کی وجہ سے بھی حلال ہو، جیسے نکاح فاسد، دارالاسلام میں فاسد ہے اسی طرح دارالحرب میں بھی فاسد ہے، اس دلیل کی مخدوش ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دعویٰ تو عام ہے اور دلیل خاص، اس لئے دونوں میں مطابقت نہیں، دعویٰ تو یہ ہے کہ حربی سے مسلمان کا اور مسلمان کا حربی سے دارالحرب میں سود لینا دینا جائز ہے مگر دلیل یہ پیش کی جارہی ہے کہ مسلمان حربی سے سود لے سکتا ہے نہ کہ حربی مسلمان سے اس سے صاف ظاہر ہے کہ دعویٰ تو عام ہے لیکن دلیل خاص اور اس طرح کا استدلال اہل تحقیق کے نزدیک قابل التفات نہیں۔

بہرحال جو حضرات دارالحرب اور دارالاسلام کو ایک قرار دیتے ہیں ان کی بات زیادہ قوی وصحیح ہے اس لئے کہ ان کی دلائل صریح واضح اور قوی ہیں اور جن لوگوں کے نزدیک دونوں میں فرق ہے ان کی دلائل نہایت ہی کمزور اور ضعیف اور ناقابل استدلال ہیں، بکمامر، اس لئے جمہور کے قول کو اختیار کرنا ضروری ہے یعنی حکم ربا میں دونوں یکساں ہیں، فریقین کی دلائل کے لئے۔(الربا والمعاملات المصرفیہ لعمر بن عبدالعزیز ص: 230-227) ملاحظہ کریں۔

پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ربا کا لغوی معنی مطلق زیادتی کے لیے۔ اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ سودی چیزوں کو باہم ایک دوسرے سے اضافہ کے ساتھ بدلنا یا مہلت دینے کی وجہ سے اضافہ کرنا۔

اور دور جاہلیت میں جو سود کے طریقے رائج تھے وہ ربا کی شکل میں لیکن قرآن وحدیث ربا اور ربا الفضل دونوں کو حرام قرار دیا گیا۔

سود جس طرح دارالاسلام میں حرام ہے اسی طرح دارالحرب میں بھی۔ جو ان میں تفریق کرتے ہیں ان کے پاس اطمینان بخش دلائل نہیں لہٰذا سود ہر دو مقامات پر یکساں حرام ہے۔

+++

فضول خرچی

مولانا اسعد اعظمی/استاذ جامعہ سلفیہ

ہمارے دین کی تعلیمات بڑی جامع اور کامل ہیں، وہ دین و دنیا اور زندگی کے ہر شعبہ کو محیط ہیں۔ان تعلیمات پر عمل کرکے ایک انسان باسعادت زندگی گزار سکتا ہے اور آخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار ہوسکتا ہے۔ان ہی تعلیمات وہدایات میں سے فضول خرچی سے اجتناب کی تعلیم بھی ہے۔

اللہ رب العالمین نے اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے جو اسباب و وسائل عطا کیے ہیں ان کے تعلق سے یہ ہدایت دی ہے کہ ان کے استعمال میں افراط وتفریط دونوں سے پرہیز کیا جائے،اسی افراط کو فضول خرچی یا اسراف وتبذیر کہا جاتا ہے اور تفریط کو بخل یا تقتیر کا نام دیا جاتا ہے۔اسراف وتقتیر یہ دونوں مذموم حدیں ہیں انھیں چھوڑ کر انسان کو میانہ روی اور اعتدال وتوازن کی راہ اختیار کرنی چاہیے،فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَاماً﴾ (سورہ فرقان:٦٧) یعنی اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل راہ ہوتی ہے۔درحقیقت فضول خرچی اللہ کی ناشکری اور نعمت کی ناقدری ہے،کیوں کہ اپنے مال واسباب کو ادھر ادھر بے دردی کے ساتھ اڑانے والا انسان اللہ کی مرضی کو فراموش کرکے اپنے نفس امارہ کا غلام بنا ہوتا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِيْراً، إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُوراً﴾ (بنی اسرائیل:۲٦-۲۷) فضول خرچی بالکل نہ کرو، کیوں کہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہوا کرتے ہیں اور شیطان تو اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ شیطان جس طرح کفور اور رب کا ناشکرا ہے اسی طرح فضول خرچ انسان اپنے عمل سے کفران نعمت کا ارتکاب کرتا ہے اور رب کے غیظ وغضب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

فضول خرچی کے اشکال ومظاہر متعدد ومتنوع ہیں۔ایک غیر محتاط انسان مختلف طریقوں اور مختلف موقعوں پر اس بری عادت اور مذموم عمل کو دہراتا رہتا ہے جن میں خاص طور سے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے،خوشی منانے اور مختلف مذہبی وسماجی مناسبات وتقریبات شامل ہیں۔اکل وشرب کے تعلق سے قرآنی آیت بڑے واضح اور صریح الفاظ میں اہل ایمان کو مخاطب کرتی ہے: ﴿وكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلاَ تُسْرِفُوْا إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ (اعراف:۳۱) کھاؤ بھی پیو بھی مگر اسراف نہ

کرو، بے شک اللہ تعالی اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ دیکھیے کس قدر مختصر اور دوٹوک انداز میں اسراف کی ممانعت کو اکل وشرب سے جوڑا گیا ہے۔

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ’’آدمی پیٹ سے زیادہ برے کسی برتن کو نہیں بھرتا۔ انسان کے لیے چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھ سکیں۔ البتہ آدمی اگر بضد ہے تو ایک تہائی حصہ میں کھانا کھائے، ایک تہائی حصہ میں پانی پیے، اور ایک تہائی حصہ سانس لینے کے لیے باقی رکھے‘‘۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ بسند صحیح)

کھانے پینے میں اسراف اور بے احتیاطی کے جو دینی اور روحانی نقصانات ہیں وہ اپنی جگہ پر، ساتھ ہی اس کے متعدد جسمانی اور طبی نقصانات بھی ہیں۔ پھر جو سماجی برائیاں اس سے جنم لیتی ہیں وہ الگ ہیں۔ آج اکل وشرب میں اسراف ایک سماجی فیشن بن چکا ہے جو گھن کی طرح معاشرے کو چاٹ رہا ہے۔ پانچ آدمی کو کھانے یا کھلانے کے لیے پچیس آدمی کا کھانا بنایا یا خریدا جاتا ہے اور انواع واقسام اتنے کہ سب میں سے اگر صرف ایک ایک لقمہ بھی لیا جائے تو معدہ اس کی تاب نہ لا سکے۔ اس کے بعد بچا ہوا اکثر کھانا تتر بتر ہو جاتا ہے اور کوڑے دان کی نذر ہوتا ہے۔

شادی بیاہ کے مواقع پر بھی اکثر لوگ اسراف وتبذیر کا خوب خوب مظاہرہ کرتے ہیں۔ فضول رسموں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہوتا ہے جس میں پانی کی طرح پیسہ بہایا جاتا ہے۔ ان لایعنی رسموں میں سے کسی ایک کو بھی ترک کرنا گویا جرم تصور کیا جاتا ہے، حتی کہ مالی اعتبار سے کمزور لوگ بھی اس معاملہ میں پیچھے نہیں رہتے۔ قرض لے کر اور بسا اوقات امداد لے کر ہی سہی ایک ایک کرکے ان لوازمات کو فخر سے پورا کرتے ہیں۔ ہماری شریعت میں تو شادی اور نکاح کے عمل کو بہت آسان اور سادہ بنایا گیا تھا اور بے تکلفی اور سادگی سے شادی بیاہ کے مراسم انجام دینے کی ترغیب دی گئی تھی۔ آسانی اور سادگی سے انجام پانے والی شادی کو خیر وبرکت والی شادی گردانا گیا تھا، مگر ان تمام ہدایات کو نظر انداز کرکے ہم نے دنیا بھر کے جھمیلے پال لیے اور اپنی بربادی کا گویا خود اپنے ہاتھوں انتظام کر لیا۔ شادی بیاہ کی رسموں کو فروغ اور بڑھاوا دینے میں عورتیں پیش پیش رہتی ہیں اور کسی بھی رسم کو چاہے وہ کتنی ہی غیر ضروری اور لایعنی کیوں نہ ہو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتیں۔

فضول خرچی کا ایک مظہر منگنی کی تقریبات بھی ہیں جن کا زور دن بدن بڑھتا جا رہا ہے حتی کہ بعض لوگ اس کا اس اسراف کے ساتھ اہتمام کرتے ہیں کہ اس میں خرچ ہونے والے سرمایے سے ایک درمیانہ نوعیت کی شادی کا انتظام ہو سکتا ہے۔

لباس و پوشاک میں بھی بسا اوقات انسان افراط و اسراف سے کام لیتا ہے، لباس کا اصل مقصد ستر پوشی ہے اس کے ساتھ ہی اس سے زینت بھی حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿يَا بَنِيْ آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً يُوَارِيْ سَوْءَاتِكُمْ وَرِيْشاً﴾ (اعراف:۲۶)

اکل و شرب کے لوازمات کی طرح اللہ جل شانہ نے انسان کو پہننے اوڑھنے کے سامان بھی مہیا کیے ہیں، البتہ طعام و شراب کی طرح یہاں بھی کفایت شعاری کی تعلیم ہے۔ چنانچہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت میں بسند حسن مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "كلوا وتصدقوا والبسوا في غير اسراف ولا مخيلة" (نسائی و ابن ماجہ-حسن) کھاؤ، صدقہ کرو اور لباس استعمال کرو، لیکن اسراف اور غرور و گھمنڈ نہیں ہونا چاہیے۔

لباس ہی تک معاملہ محدود نہیں ہے، انسان کو اپنی پوری زندگی میں تفاخر اور عیش پرستی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجا تو انھیں نصیحت فرمائی: "إياك والتنعم، فإن عباد الله ليسوا بالمتنعمين"۔ (احمد-صحیح) عیش و عشرت سے بچو، اللہ کے بندے عیش و عشرت والے نہیں ہوا کرتے۔

اب ہمیں اپنے آپ کو اور اپنے اردگرد کے لوگوں کو دیکھنا چاہیے کہ کہیں ہم لباس و پوشاک کے معاملہ میں مسرفانہ جاہ وجلال کے طلب گار تو نہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ دو تین واجبی جوڑوں کے بجائے درجن بھر یا اس سے بھی زائد کپڑوں سے ہماری الماریاں تنگ پڑتی ہوں اور ''ھل من مزید'' کی صورت حال سے بھی دوچار ہوں، اتنے گراں اور بیش قیمت کپڑے جن میں سے ایک کی قیمت سے کئی کئی انسانوں کی ستر پوشی کی ضرورت پوری ہوسکتی ہے ہمارے پاس ایسے کپڑوں اور جوڑوں کی لائن تو نہیں لگی ہے۔

اسی طرح گھر اور مکان کی تعمیر اور ان کے لوازمات کی فراہمی میں بھی بعض اغنیاء پانی کی طرح پیسہ بہاتے ہیں، رہائشی ضرورت سے کئی گنا بڑا مکان بنانا، بلا ضرورت متعدد مکان تعمیر کرانا، ان کی آرائش وزیبائش، فرنیچر اور دیگر لوازمات پر بے دریغ خرچ کرنا، نگاہوں کو چکاچوند کرنے والی لائٹیں اور برقی قمقمے لگوانا، وغیرہ وغیرہ، کیا یہ اسراف، عیش پرستی اور فخر و غرور میں داخل نہیں۔ گھر اور مکان تو بنیادی طور پر انسان کو سر چھپانے کے لیے، سردی گرمی سے حفاظت کے لیے اور مال و اسباب کے تحفظ کے لیے ہوتا ہے، جس نوعیت کی تعمیر سے یہ مقاصد پورے ہو جائیں اسی پر اکتفا کرنا چاہیے اور تکلف، تصنع یا شہرت اور نام و نمود کا قصد ہرگز نہ ہونا چاہیے، کیوں کہ ہم جیسے انسانوں کی ایک بڑی تعداد اس سرزمین پر ایسی بھی بستی ہے جس کے پاس چند گز زمین یا معمولی ترین جھونپڑا بھی اپنا اور اپنے بال بچوں کا سر چھپانے کے لیے میسر نہیں۔

پانی کے مسرفانہ استعمال کو شاید لوگ فضول خرچی نہیں تصور کرتے کیوں کہ عموماً پانی مفت میں دستیاب ہوتا ہے، حالاں کہ پانی اللہ کی عظیم نعمت ہے اور مخلوقات کی زندگی کا دارومدار اسی پانی پر ہے جیسا کہ خالق دوعالم نے فرمایا: ﴿وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ (سورہ انبیاء: ۳۰) ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی ہی سے بنایا ہے۔ لیکن ہم نے اتنا پانی برباد کیا اور کر رہے ہیں کہ آج جگہ جگہ پانی کے مسائل کھڑے ہو رہے ہیں، ہینڈ پائپ، کنویں، تالاب اور ندیاں سوکھ رہی ہیں، زیر زمین پانی کی سطح دن بدن نیچی ہوتی جارہی ہے، زمین سے پانی نکالنے والی مشینیں اور موٹریں فیل ہوتی دکھائی دے رہی ہیں، لیکن پھر بھی ہم محتاط ہوتے نہیں نظر آتے۔

موبائل کا بیجا استعمال بھی اسراف وتبذیر کی حدیں پار کر رہا ہے۔ مہنگے سے مہنگا موبائل خریدنا، ہر کچھ دن کے بعد نئے ماڈل کی تلاش میں اسے بدلتے رہنا، کئی کئی موبائل بیک وقت رکھنا، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، نوجوانوں سب کے ہاتھوں میں ایک سے اعلی ایک موبائل اور اس کا بجا اور بیجا استعمال سب کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ پھر اپنے وقت کا قیمتی حصہ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر ضائع کرنا، اس پر اپنی کمائی کا اچھا خاصا پیسہ صرف کرنا اور اپنے مال کے ساتھ اپنا وقت اور صحت سب برباد کرنا کیا اسراف میں داخل نہیں ہوگا۔

یہ بات کسی پر مخفی نہ ہوگی کہ ہندستان سمیت دنیا کے اکثر حصوں میں عوام کی اکثریت غربت اور فاقہ کشی کا شکار ہے۔ غذا، علاج، بنیادی تعلیم اور ڈھیر سارے مسائل اس کے سامنے ہیں جن کے لیے وہ پائی پائی کو ترستی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق دنیا میں ایک اعشاریہ ۲۹ ربلین افراد غریب ہیں۔ ہندستان میں ۱۲-۲۰۱۱ء کے ایک سروے کی بنیاد پر تقریباً ۳۶۳ ملین افراد کو غریب قرار دیا گیا ہے۔ دوسری طرف ہندستان میں ۵ رفی صد گھرانے ۳۸ رفی صد اثاثے کے مالک ہیں، جب کہ ۶۰ رفی صد عوام بمشکل ۱۳ رفی صد کی مالک ہے۔ اقوام متحدہ کے ایک ادارے کی ۲۰۰۰ء کی رپورٹ کے مطابق دنیا کی تمام دولت کا ۴۰ رفیصد حصہ صرف ایک فی صد امیر ترین لوگوں کے قبضہ میں ہے اور دنیا کے دس فیصد امیر افراد ۸۵ رفی صد دولت پر قابض ہیں۔ دنیا کی نصف آبادی دنیا کے ۹۹ رفی صد دولت کی مالک ہے جب کہ دنیا کی بقیہ نصف آبادی صرف ایک فی صد دولت پر گزارہ کرنے پر مجبور ہے۔ (سماجی برائیوں کا انسداد اور قرآنی تعلیمات (مقالات سیمینار) ص: ۲۳۶-۲۳۷)

دولت کی یہ غیر منصفانہ تقسیم سماج پر کیا برا اثر چھوڑتی ہوگی اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ ایک طرف اربوں اور کھربوں میں کھیلنے والوں کے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور اسراف وتبذیر والی زندگی ہے تو دوسری طرف پائی پائی کو ترسنے والی نان شبینہ کی محتاج عوام ہے۔

ہمارے دین نے ہمیشہ مال داروں اور آسودہ حال لوگوں کو کمزوروں اور غریبوں پر خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے، یہی نہیں بلکہ اس نے اس سے آگے بڑھ کر ایثار وقربانی کے جذبہ کو فروغ دیا ہے۔ مال ودولت کی کمائی اور خرچ دونوں کے تعلق سے اس کی ذمہ داری طے کی ہے۔ چنانچہ قیامت کے دن جن چار یا پانچ سوالوں کا جواب دیے بغیر کوئی بندہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا ان میں ایک سوال مال کے تعلق سے ہوگا کہ "من أين اكتسبه وفيم أنفقه" (ترمذی-صحیح) یعنی مال کمایا کہاں سے اور خرچ کہاں کیا؟ آمد وخرچ دونوں کا حساب دینا ضروری ہوگا۔ ایک حدیث میں مال کو ضائع کرنے سے روکتے ہوئے فرمایا گیا: "ويكره لكم قيل وقال، وكثرة السؤال، وإضاعة المال" (مسلم) یعنی اللہ تعالیٰ بکواس کرنے، زیادہ سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کو ناپسند فرماتا ہے۔

ایک سلیم الفطرت مسلمان کو چاہیے کہ اللہ کے عطا کردہ مال ودولت کو احتیاط اور کفایت شعاری سے خرچ کرے، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، رہنے سہنے اور دیگر تمام شعبہائے زندگی میں اعتدال ومیانہ روی کا مظاہرہ کرے، بے جا رسومات اور غیر ضروری تکلفات میں پڑ کر خود کو اور اپنے سماج کو تباہی کے راستے پر نہ لے جائے۔ اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے اس میں غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں کا حق تسلیم کرے اور ان تک برضا ورغبت اسے پہنچائے۔ یہ ایک دینی فریضہ بھی ہے اور انسانی واخلاقی ذمہ داری بھی۔ اگر ایسا نہ کیا گیا اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو پاکر فسق وفجور اور اسراف وتبذیر کے راستے پر چلنے لگے تو سابقہ قوموں اور سرمایہ داروں کا انجام سامنے رکھنا ہوگا۔ ﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُواْ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيراً﴾ (سورہ اسراء:۱۶) جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے خوش حال لوگوں کو (کچھ) حکم دیتے ہیں اور وہ اس بستی میں کھلی نافرمانی کرنے لگتے ہیں تو ان پر (عذاب کی) بات ثابت ہو جاتی ہے پھر ہم اسے تباہ وبرباد کر دیتے ہیں۔

اللہ رب العالمین ہمیں ہر طرح کے برے انجام سے بچائے، اپنی نعمتوں کی حفاظت کرنے اور ان کی قدر کرنے کی توفیق بخشے، اسراف وتبذیر جیسے شیطانی عمل سے بچا کر انفاق وایثار کے راستے پر چلا دے، آمین۔

☆☆☆

مولانا ابوالطیب عبدالصمد حسین آبادی مبارک پوری

حیات وخدمات

(۳) محمد اسلم مبارک پوری

دعوت وتبلیغ:

مولانا فن خطابت کے شہسواروں میں سے نہیں تھے،اور نہ ہی تیز طرار تقریر کرنا جانتے تھے،کیوں کہ آپ کی زبان میں تھوڑی سی لکنت تھی، پھر بھی آپ اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں دعوت وتبلیغ کا کام برابر کرتے رہتے تھے۔جب گاؤں میں ہوتے اصلاح کرتے،اور پورے گاؤں میں تقوی، پرہیزگاری،اخوت بھائی چارگی کا ماحول بنائے رکھتے۔رمضان المبارک کے مہینہ میں جب لوگ شب قدر جاگتے تو اس میں آپ لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے۔دعوت وتبلیغ میں ﴿ادع إلی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن﴾ آپ کا نصب العین تھا۔سجع،قافیہ بندی اور تصنع سے دور رہتے۔اگر چہ آپ بے مثال مقرر نہ تھے،جیسا کہ ذکر ہوا۔پھر بھی لوگوں کے دلوں میں اپنی بات کو بٹھانے کا ملکہ تھا۔اس کا سب سے بڑا سبب آپ کا تقوی ہوتا تھا۔از دل خیزد بر دل ریزد۔

جب آپ جامعہ عالیہ عربیہ مئوناتھ بھنجن میں مدرس تھے تو آپ اورنگ آباد کی جامع مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیتے تھے۔اور کرلا (بمبئی) کی جامع مسجد میں بھی آپ خطیب رہ چکے ہیں۔آپ جو خطبہ دیتے اس کا نوٹ تیار کرتے تھے۔یہاں تک کہ وہ ایک کتابی شکل میں تیار ہو گیا تھا اور اس کا نام ''خطبات السنۃ'' رکھا۔

تصنیف وتالیف:

مولانا رحمہ اللہ نے اپنی پوری زندگی تصنیف وتالیف اور مضمون نگاری میں گذار دی۔آپ کی تحریر ٹھوس، مدلل اور سلجھی ہوئی ہوتی تھی۔رد اور دفاع حدیث میں اپنے اسی اسلوب پر گامزن رہتے تھے تاہم کبھی کبھی بشری تقاضے کے مطابق تلخی آ ہی گئی ہے۔پھر بھی مخالف کی عزت وناموس اور قدر ومنزلت کا بھرپور لحاظ کرتے،اور ان کے لیے دعائے خیر کرتے۔

آپ کے مقالے اخبار ''اہل حدیث'' امرتسر،اور ماہنامہ ''محدث'' دہلی میں شائع ہوتے تھے۔آپ کے اکثر مضامین -چند چھوڑ کر- حدیث نبوی کی تائید اور منکرین حدیث کے رد میں شائع ہوتے تھے جس سے آپ کے اندر حدیث نبوی پر عمل، اور احیائے سنت نبویہ کا جوجذبہ تھا،اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔اخبار ''اہلحدیث'' میں آپ کے بعض مقالے ۳۵/۴۰ یا اس سے زائد قسطوں میں شائع ہوئے۔ذیل میں آپ کی تصنیفات کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

۱-شرح سنن ابن ماجہ (ناقص)

اس شرح کو آپ نے اپنے استاذ گرامی حضرت العلام محدث مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی کے طرز پر لکھنا شروع

کیا تھا،مگر یہ شرح مکمل نہ ہوسکی،اوراس کے مسودات بھی مولانا کے ذاتی کتب خانہ سے چوروں کی نذر ہوگئے۔ایک مرتبہ مولانا کے کتب خانہ کو جوایک چوبی الماری کی شکل میں ہے، چوراس ظن سے چرالے گئے کہ اس میں بکثرت سیم وزر موجود ہیں،مگر کھولنے پر کتب کاانبار نکلا۔یہ الماری حسین آباد کے قبرستان میں، جومولانا کے گھر سے تقریباً ۷۵ میٹر کے فاصلہ پر شمال جانب واقع ہے، چرا کرلے گئے تھے،اور تمام کتابوں کومنتشر کردیا تھا،جس میں ''شرح سنن ابن ماجہ'' کے مسودات بھی منتشر ہوگئے تھے،لیکن مولانا عبدالرشید صاحب حسین آبادی، جومولانا رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں،اورمولانا کی صحبت میں کافی دنوں تک رہے،انھوں نے بتایا کہ میں نے ان تمام مسودات کوجمع کردیا تھا،مگر پھرکس کے ہاتھ لگے۔اس کا مجھے کوئی پتہ نہیں۔

مولانا رحمہ اللہ کے بھتیجے حافظ اسداللہ صاحب نے یہ بتایا کہ اس شرح کی ابتدائی چندجلدوں کی طباعت کاخرچ دینے کی بابت بمبئی کے ایک تاجر سے بات چل رہی تھی کہ اسی اثناء مولانا کاانتقال ہوگیا۔

۲-تائیدحدیث بجواب تنقیدحدیث(اردو)

یہ کتاب مولانا محمداسلم صاحب جیراجپوری (منکر حدیث) کی تلبیسات،اوران کی تالیف شدہ کتاب ''تنقیدحدیث'' کے جواب میں لکھا ہے۔موصوف نے اپنے علمی حریف کے اعتراضات کابغور جائزہ لیا ہے۔اورنہایت مدلل اورمسکت انداز میں ردکیا ہے۔جابجادلیل کے طور پراحادیث کوپیش کیا ہے،اورکہیں کہیں عقلی روشنی میں بھی حقیقت کی وضاحت کی ہے۔حق یہ ہے کہ مولانا رحمہ اللہ نے اپنے علمی حریف کے اعتراضات کی قلعی کھول دی ہے۔اس کتاب کے مضامین اخبار''اہل حدیث'' امرتسر میں ۱۵جنوری ۱۹۳۷ء سے ۱۷دسمبر ۱۹۳۷ء تک قسط وارشائع ہوئے ہیں۔

۳-شرف حدیث(اردو)

اس کتاب میں بھی مولانا محمداسلم جیراجپوری کےان مضامین کارد ہے جو''طلوع اسلام'' نامی رسالہ میں شائع ہوئے۔

۴-شان حدیث(اردو)و(عربی)

مولانا کی تصانیف میں منکرین حدیث کے ردمیں سب سے اہم اورمبسوط کتاب ہے۔اس کتاب کومولانا نے منکرین حدیث کی جانب سے جتنے مضامین شائع ہوئے تھے،ان کوسامنے رکھ کرلکھا تھا،جس میں ان کے دلائل پرتنقید کی گئی ہے،اور ثابت کیا گیا ہے کہ احادیث کی شرعی حجت پرخودقرآن شاہد ہے۔اورجولوگ اس کاانکارکرتے ہیں،ان کے پاس بجزاپنی خیالی تک بندیوں کے کوئی صحیح برہان اورمعقول دلیل نہیں۔اس کتاب کے بعض اہم مضامین جامع المعقول والمنقول علامہ نذیراحمد املوی رحمانی رحمہ اللہ کی طلب پرماہنامہ''محدث'' دہلی میں شائع ہوئے ہیں۔(۱)

۵-تذکرۃ الاخوان بمنع شرب الدخان(اردو)

اس کتاب میں حقہ، بیڑی،سگریٹ اورتمبا کو وغیرہ پر بحث کرتے ہوئے ان کوحرام قراردیا ہے۔اورمخالفین کی بے جا

(۱)اس کتاب کے موجودمطبوعہ حصہ کی تحقیق خاکسارمحمداسلم مبارک پوری نے کی ہےاورغیرمطبوع ہے۔

تاویلات کا دندان شکن جواب دیا ہے۔

۶-خطبات السنة:

آپ کے علمی خطبات کا نوٹ ہے۔

۷-أحوال الصحابة (اردو)

اس کتاب میں اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سوانح حیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۸-رسالہ مختصر بابت رفع الیدین

۹-التبیان بما یجب معرفتہ علی أھل الإیمان (عربی)

۱۰-اردو ترجمہ کتاب ''العبودیۃ'' شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

۱۱-ترجمہ رسالہ ابن تیمیہ، اس کا کوئی نام نہیں ہے

۱۲-ترجمۃ حصن حصین

۱۳-رسالہ مختصر بابت تحقیق مسنہ

۱۴-فقہ حنفی پر ایک نظر (اردو)

اس کتاب میں فقہ حنفی خصوصا ''ہدایہ'' کے چند مسائل اور اس میں منقول احادیث پر تنقید کی گئی ہے۔

۱۵-حق پرستی بجواب شخصیت پرستی (اردو)

اس کتاب کو مولانا رحمہ اللہ نے چودھری پرویز صاحب کی کتاب ''شخصیت پرستی'' جس کے مضامین طلوع اسلام نامی پرچے میں شائع ہوئے تھے، اس کے جواب میں لکھا ہے۔ مولانا نے اپنے حریف منکر حدیث پرویز صاحب کے ہر ایک اعتراض کا جواب تشفی بخش اور مثبت انداز میں دیا ہے۔ اور احادیث کی حجیت کو ثابت کیا ہے۔ اس کتاب کے مضامین اخبار اہل حدیث امرتسر میں ۸/ربیع الاول ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۶/مئی ۱۹۴۱ء سے قسط وار شائع ہوئے ہیں۔

۱۶-چہل احادیث مع ترجمہ

اس میں مولانا نے چالیس حدیثوں کا سلیس اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ حدیث: "إنما الأعمال بالنيات" سے اس کتاب کا آغاز کیا ہے۔ موصوف نے اس میں ایمان، اور اس کے ارکان، اطاعت رسول ﷺ، حقوق مسلم، سبع موبقات جیسے مضامین کی احادیث کو سپرد قلم کیا ہے۔ اختتام، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث "كلمتان حبيبتان إلى الرحمن، خفيفتان على اللسان......" سے کیا ہے۔

۱۷-الفتوحات الربانیۃ (اردو)

''تاریخ وھابیہ'' کے رد میں ہے۔ محمد ابراہیم فیتہ والے (بمبئی) کی جانب سے چھپ چکی ہے۔ یہ رسالہ مولانا نے

اس وقت لکھا جب آپ کے دوست جناب حافظ عبداللہ صاحب عقیل مئوی، جنھوں نے جامعہ محمدیہ رائیدرگ سے چودہ ورقی رسالہ جس کا نام ہی ''تاریخ وھابیہ'' تھا، ارسال فرمایا، اور آپ سے مطالبہ کیا کہ تم ایسا جواب لکھو کہ عام طور پر پسندیدہ ہو۔

اس مختصر رسالہ میں آپ نے تاریخ وہابیہ کی حقیقت ظاہر کی ہے۔ اور نہایت معتبر اور صحیح دلائل سے واضح کیا ہے کہ اہل حدیث گفتار وکردار میں ٹھیک ٹھیک کتاب وسنت کو ملحوظ رکھتے تھے، اور ان کا عقیدہ وعمل قرآن وحدیث کے موافق ہے نہ کہ مخالف۔ سب سے پہلے مولانا رحمہ اللہ نے لفظ ''وہابی'' کی تحقیق کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ''وہابی'' نسبت نہ تو محمد بن عبدالوہاب نجدی کی جانب ہے، اور نہ ہی اہل حدیث کسی کے مقلد ہیں، آپ لکھتے ہیں: ''وھاب'' خدا کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اس میں یاءِ نسبتی زیادہ کرکے ''وہابی'' لفظ بنا ہے، جس کے معنی ہوئے: وہاب والا، یعنی خدا کا بندہ۔ اس کے بعد مولانا نے محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ کی مختصر حالات زندگی پیش کیا ہے۔ اس کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی حالت بیان کیا ہے کہ ہندوستان میں اقوام مشرکہ کے اثر سے مسلمانوں کی دینی حالت خراب ہوگئی اور توحید کو چھوڑ کر گور پرستی، پیر پرستی، تعزیہ پرستی (وغیرہ) کو مایہ ناز اور قابل فخر عمل سمجھنے لگے، لیکن جب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس ملک میں قرآن وحدیث کی اشاعت کی اللہ کے فضل وکرم سے ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جس نے شرک وبدعت کو مٹانا شروع کیا اور توحید کے داعی ومناد بن گئے۔ عوام الناس (جو انھیں مروجہ رسموں کو دینداری سمجھتے تھے) ان کے مخالف ہوگئے۔ اور طرح طرح کے اتہامات والزامات لگا کر بدنام کرنا شروع کردیا۔ چونکہ اس زمانہ میں نجد نے غلبہ حاصل کیا تھا۔ ترکی، مصر، اور ایران ان کے دشمن ہورہے تھے، نیز انگریز بھی ان کو بدگمانی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اس وجہ سے مخالفین نے اس جماعت کو ''وھابی'' کا لقب دیا تاکہ باغی دکھانے کی کوشش کریں۔ اس کے بعد اہل حدیث کے عقائد کو بیان کیا ہے۔ اور مخالف کے ہر ایک اعتراض کا جواب ''قولہ'' اور ''أقول'' سے دیا ہے۔

۱۸- ذم غنا ورقص وسرود:

اس کتاب میں مصنف رحمہ اللہ نے ناچ گانے اور بجانے کی حرمت بیان کی ہے۔ یہ بارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتدائی تین صفحات اردو میں، بقیہ فارسی زبان میں ہے۔ مصنف رحمہ اللہ نے اپنے وقت میں مسلمانوں میں ناچ گانے اور راگ سننے کی جو برائی دیکھی تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کے لیے اسے تحریر فرمایا۔ جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ نے کتاب کے آغاز میں تحریر فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

''میں دیکھتا ہوں کہ اس دور پرفتن میں اسلامی احکام سے اعراض وبے اعتنائی کے ساتھ عام مسلمان خصوصا طبقہ نوجوان فسق وفجور اور ملاہی ومناہی کی طرف راغب ومائل ہے۔ گانا، راگ سننا، ناچ تماشا دیکھنا کوئی برا کام نہیں سمجھا جاتا، اور نہ کوئی عیب خیال کیا جاتا ہے۔ یہ محض جہالت اور لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے احکام وارشادات بابت شعرخوانی اور سماع وغنا لکھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالی اپنے فضل واحسان سے اس کو قبول فرمائے اور مقبول عام

ومؤثر بنائے، آمین۔

ذاتی اور گھریلو حالات:

مولانا رحمہ اللہ متوسط قد کے تھے۔ بدن گداز، شکل وصورت میں بہت زیادہ گورے تھے۔ پیشانی چوڑی تھی۔ داڑھی پھیلی ہوئی اور پورے رخسار پر محیط تھی۔ آپ نے موئے ریش کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔ طاقت کے اعتبار سے کمزور تھے۔ نہایت نرم اخلاق، مہمان نواز، متقی وپرہیزگار تھے۔ صرف اپنے کام سے کام رکھتے۔ بلاضرورت گھر سے باہر نہیں نکلتے۔ گویا اس بارے میں حدیث رسول ﷺ "وليسع بيتك" کی عملی تصویر تھے۔ اپنا زیادہ تر وقت درس وتدریس، مطالعہ وتصنیف، اور قرآن وحدیث میں تفکر وتدبر اور امعان نظر میں گزارتے۔ صبح صبح کلام اللہ کی تلاوت میں مشغول رہتے۔ آپ تہجد گزار تھے۔ فرماتے کہ جب میں تہجد پڑھنے کھڑا ہوتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری بغل میں کوئی کھڑا ہے۔ آپ تہجد پڑھنے مسجد میں اتنے سویرے جاتے کہ لوگ بعض مرتبہ اس تاک میں لگے رہتے کہ ہم دیکھیں کہ مولانا کتنے سویرے مسجد میں آتے ہیں؟ مگر جب وہ لوگ مسجد میں جاتے تو مولانا مسجد میں موجود رہتے۔

محترم الحاج عبدالرحمٰن صاحب حسین آبادی رحمہ اللہ ذکر کرتے تھے کہ: مولانا صاحب تہجد کے لیے کب جاتے تھے۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے ساتھی عبدالمجید (صاحب) نے سوچا کہ آج تہجد کے لیے مسجد جانے میں مولانا پر سبقت لے جائیں۔ اس خیال سے بہت سویرے آئے اور مسجد تشریف لے گئے۔ اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ مولانا صاحب تشریف فرما ہیں۔ عبادت میں مشغول ہیں۔ اور کہا کہ "معلوم نہیں کب سوتے ہیں"۔

آپ اپنے والدین کے بہت خدمت گذار تھے۔ اگر آپ مسجد میں وضو کرتے یا موجود ہوتے، اور اتنے میں آپ کے والد صاحب آجاتے تو مسجد کے سامنے والے کنویں سے فوراً پانی نکال کر دیتے۔

آپ جب راستہ چلتے تو کسی طرف التفات نہ کرتے۔ مبارک پور آتے جاتے راستہ کے غیر مسلم آپس میں کہتے کہ یہ کیسا شخص ہے بالکل سیدھے دیکھتے ہوئے نظریں جھکائے ہوئے چلا جاتا ہے، کسی طرف دیکھتا نہیں ہے، آپ ولی صفت تھے۔

آپ چھڑی ساتھ میں رکھتے، اور دلی والی گول ٹوپی لگاتے تھے، اور پاجامہ کرتا پہنتے تھے۔ آپ کا پاجامہ بیچ پنڈلی تک ہوتا تھا۔ آپ کو ہمیشہ اپنی کم علمی کا احساس رہتا تھا۔ اگر کبھی کوئی مسئلہ پوچھنے جاتا تو کہتے کہ مولانا نذیر احمد صاحب (املوی) سے پوچھ لو یا شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے پوچھ لو۔

قضائے حاجت کے لیے کوئی ڈیڑھ میل جاتے۔ بلا امتیاز چھوٹے بڑے سب کو سلام کرتے۔ اور کوئی آپ سے سلام کرنے میں سبقت نہیں لے جاتا۔ جب آپ رحمانیہ میں مسند تدریس پر تھے تو نماز فجر کی امامت خاص طور پر آپ ہی فرماتے۔

معاشرتی حالات:

آپ چھ بھائی، اور ایک بہن تھے۔ آپ سب سے بڑے تھے۔

۱-عبدالمجید، آپ بچپن میں انتقال فرما گئے۔
۲-حافظ محمد یونس، یہ شاعرانہ ذوق رکھتے تھے۔ان کا یہ شعر بڑا مشہور ہوا:

خدا کی رحمتیں نازل ہوں اصحاب پیمبر پر جنھوں نے جان ودل قرباں کیے قول پیمبر پر

۳-عبداللہ (مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارک پوری کے والد محترم)
۴-محمد ابراہیم، ہندو مسلم فساد میں زخمی ہوئے اور آٹھ ماہ بعد انتقال ہوا۔نہایت ملنسار اور رحم دل تھے۔
۵-عبدالمجید، یہ سب سے چھوٹے بھائی تھے۔مدرسہ رحمانیہ دہلی میں طالب علم تھے۔کسی مناسبت سے چھٹی لے کر گھر آئے تھے۔قبرستان میں ایک جگہ خراکات رہے تھے کہ فرصت پا کر ایک درخت پر چڑھے۔اور پاؤں پھسلنے کی وجہ سے گر گئے۔ گھر کے لوگ جب تک پہنچتے روح پرواز کر چکی تھی۔

بہن کا نام ''حکیمہ'' تھا، جو شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارک پوری مؤلف مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح کی زوجیت میں تھیں اور ایک طویل عمر پا کر ۹/جون ۱۹۹۸ء میں وفات پائیں۔

مولانا رحمہ اللہ نے یکے بعد دیگرے کل ۴ شادیاں کیں۔پہلی شادی آپ نے مبارک پور میں حافظ خدابخش صاحب کی نواسی سے کی۔دوسری شادی محلّہ خیرآباد (ضلع مئوناتھ بھنجن) میں۔تیسری شادی دیوریا میں اور چوتھی شادی املو (مبارک پور) میں۔

موصوف نے چار شادیاں یکے بعد دیگرے بیویوں کے انتقال کر جانے کے بعد کی۔کسی کو طلاق نہ دیا۔اللہ تعالی نے آپ کو دو لڑے اور ایک لڑکی سے نوازا۔

۱-محمد انور۔ابھی باحیات ہیں۔اللہ تعالی صحت وتندرستی کے ساتھ عمر دراز کرے۔راقم الحروف کے والد محترم ہیں۔
۲-عبدالخبیر-رحمہ اللہ-ان کا انتقال یکم جنوری ۲۰۰۷ء کو حسین آباد میں ہوا۔
۳-لڑکی کا نام ''عائشہ'' ہے۔ان کی جائے ولادت کرلا (ممبئی) ہے اور انتقال ۱۶/جون ۲۰۱۲ء کو مبارک پور میں ہوا۔ یہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمانی ابن شیخ الحدیث کی زوجیت میں تھیں۔مولانا کے کم عمری میں انتقال کرنے کی وجہ سے آپ کی کوئی اولاد پڑھ لکھ نہ سکی، لیکن مولانا کے خاندان میں علمی سلسلہ جاری ہے۔ اللهم زد فزد.

اقتصادی حالت اور ذریعۂ معاش:

مولانا کی زندگی انتہائی عسرت وتنگدستی کی زندگی تھی۔آپ نے فاقہ کشی کر کے بہت سی کتابیں خریدیں۔آپ کا ذریعہ معاش آپ کا مشاہرہ تھا۔آپ جب گھر پر ہوتے تو خرّا کرتے جو پارچہ بافی کا ایک عمل ہے۔

(جاری)

☆☆☆

دوروزہ اجتماع

بعنوان

”مدارس اہل حدیث ہند میں اسلامی عقیدہ کے نصاب کا جائزہ“

زیر اہتمام

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس

بتاریخ

۲۰، ۲۱/ جمادی الآخرۃ ۱۴۳۷ھ مطابق ۳۰، ۳۱/ مارچ ۲۰۱۶ء

بروز بدھ و جمعرات

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس اپنی ہمہ جہت خدمات اور متنوع سرگرمیوں سے ہند اور بیرون ہند میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابھی حال ہی میں مصری دارالحکومت قاہرہ میں واقع عالمی اسلامی ادارہ المعهد العالى للدراسات الإسلامية میں إسهامات الجامعة السفية ببنارس فى خدمة الإسلام والمسلمين في شبه القارة الهندية (برصغیر میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں جامعہ سلفیہ کا کردار) کے عنوان پر ایک سعودی اسکالر محمد علی ہزاع الغامدی (جدہ، سعودی عرب) نے ممتاز پوزیشن سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی ہے۔اس علمی رسالہ کے مناقشہ میں جامعہ کے ناظم اعلی مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی اور موقر عربی رسالہ کے مدیر مولانا اسعد اعظمی صاحب بطور مہمان شریک ہوئے۔ یہ بات نہایت خوش آئند ہے کہ جامعہ کو اس میدان میں اولیت حاصل ہوئی کہ ایک عرب اسکالر نے عرب دنیا کو جامعہ کی متنوع خدمات سے متعارف کرایا۔

جامعہ سلفیہ نے اپنے نصاب تعلیم کو خوب تر رکھنے کے لیے قیام کے وقت ایک تعلیمی کمیٹی تشکیل دی تھی جو درج ذیل عبقری زمانہ شخصیات پر مشتمل تھی:

۱-ادیب عصر مولانا عبدالمجید حریری بناری رحمہ اللہ

۲-شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارک پوری-رحمہ اللہ-مؤلف مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح

۳-مولانا محمد احمد مئوی-رحمہ اللہ-سابق ناظم جامعہ اسلامیہ فیض عام مئوناتھ بھنجن

اس کے بعد وقتاً فوقتاً نصاب تعلیم کا جائزہ لیا جاتا رہا اور اس میں ضروری تبدیلی کی جاتی رہی۔اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے جامعہ نے ۲۰-۲۱ جمادی الآخرۃ ۱۴۳۷ھ مطابق ۳۰-۳۱ مارچ ۲۰۱۶ء، بدھ وجمعرات کو اہل حدیث مدارس وجامعات میں جاری نصاب تعلیم میں عقیدہ کے مضمون کی تدریس کا جائزہ لینے کے لیے انتہائی ضروری قدم اٹھایا اور مذکورہ تاریخ میں دوروزہ اجتماع منعقد کیا، جس میں ہندوستان کے مشاہیر علماء اہل حدیث، ارباب علم وفن اور اساتذہ مدارس وجامعات سلفیہ نے شرکت فرمائی۔

اس دوروزہ اجتماع میں اہل حدیث مدارس وجامعات میں مختلف مراحل میں زیر تدریس کتابوں کے سلسلہ میں خوش گوار ماحول میں گفت وشنید ہوئی۔مستوی اور معیار کے لحاظ سے کتابوں کا انتخاب اور طریقہ تدریس بھی زیر بحث آیا اور ہر گوشوں پر قابل اطمینان تبادلہ خیال ہوا۔

اس کے علاوہ جامعہ میں آئندہ سال کھلنے والے تینوں کلیات (کلیۃ الشریعہ، کلیۃ الحدیث اور کلیۃ الدعوہ) کے نصاب تعلیم پر بحث کے لیے کچھ وقت مختص کیا گیا تھا۔اس میٹنگ میں شرکت کے لیے مخصوص علمائے کرام کو دعوت دی گئی تھی جن میں

اکثر عرب جامعات کے فارغ التحصیل تھے۔اس کے مجوزہ نصاب تعلیم پر دونوں دن بعد نماز عصر تا اذان مغرب گفتگو ہوئی اور سبھی حضرات نے جامعہ کے اس اقدام کو سراہا اور اسے منظم طریقے سے چلانے پر زور دیا

اجتماع کی پوری رپورٹ اور اس کے تعلق سے علمائے کرام کے تاثرات ناظرین کے لیے پیش خدمت ہیں۔آپ کے ذہن میں کوئی مشورہ ہو یا نصاب تعلیم میں ردوقدح کی ضرورت ہو تو آپ اپنے گرانقدر مشوروں سے ضرور نوازیں۔آپ کا یہ تعاون نصاب تعلیم کو بہتر بنانے میں ہماری مدد کرے گا۔

اجتماع میں شرکت کرنے والی شخصیات:

مولانا شاہد جنید سلفی	صدر جامعہ سلفیہ، بنارس
مولانا عبداللہ سعود سلفی	ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ، بنارس
مولانا احسن جمیل مدنی	ناظم امہات المؤمنین گرلس انٹر کالج، بنارس
مولانا عبیداللہ ناصر سلفی	رکن مجلس منتظمہ جامعہ سلفیہ، بنارس
مولانا حامد حلمی	ناظم جامعہ رحمانیہ، مدن پورہ، بنارس
مولانا نعیم الدین مدنی	شیخ الجامعہ، جامعہ سلفیہ، بنارس
ڈاکٹر محمد ابراہیم مدنی	استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس
مولانا عبیداللہ طیب مکی	استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس
مولانا اسعد اعظمی	ایڈیٹر ماہنامہ صوت الأمۃ، بنارس
مولانا عبدالمتین مدنی	نائب مدیر ماہنامہ محدث، بنارس
ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس	مکہ مکرمہ
مولانا عزیر شمس	مکہ مکرمہ
مولانا ظفر الحسن مدنی	شارجہ
ڈاکٹر آر کے نور محمد مدنی	ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث تامل ناڈو و پانڈیچری
مولانا عبدالسلام مدنی	سابق استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس
مولانا عبدالسلام سلفی	ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی
مولانا صلاح الدین مقبول احمد مدنی	دہلی

مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی	ناظم تعلیمات جامعہ سید نذیر حسین دہلوی، دہلی
مولانا عقیل اختر مکی	مدیر مرکز السلام التعلیمی، صاحب گنج، جھارکھنڈ
مولانا احمد مجتبیٰ مدنی	جامعہ ابی ہریرۃ الاسلامیۃ، لال گوپال گنج، الہ آباد
مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی	ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، دہلی
مولانا ابو حمدان محمد اشرف فیضی	جامعہ محمدیہ رائے درگ، آندھرا پردیش
جناب محمد عامر عبدالرشید	ناظم اعلیٰ مدرسہ ریاض العلوم، دہلی
مولانا محمد حسان سلفی	جامعہ ابی ہریرۃ لال گوپال گنج، الہ آباد
مولانا مظہر علی مدنی	جامعہ فیض عام مئوناتھ بھنجن یوپی
مولانا نسیم احمد سلفی	جامعہ اسلامیہ، انوار العلوم، املو مبارک پور
مولانا عبدالمنان سلفی	جامعہ سراج العلوم السلفیۃ، جھنڈا نگر، نیپال
مولانا محمد جہانگیر سلفی	جامعہ مظہر العلوم بتنہ، مالدہ، بنگال
مولانا امام الحق مدنی	مدرسہ اسلامیہ، راگھونگر، بھوارہ، مدھوبنی، بہار
ڈاکٹر عبدالحکیم مدنی	جامعہ اسلامیہ، نورباغ، کوسہ ممبرا، ممبئی
مولانا رضاء اللہ ندوی	جامعہ سلفیہ، ہرن پور، پاکور، جھارکھنڈ
مولانا امیر فیصل	جامعہ اثریہ دارالحدیث مئوناتھ بھنجن، یوپی
مولانا عبداللہ ریحان البخاری	جامعہ محمدیہ سلفیہ، مٹیابرج کولکاتہ
مولانا وکیل احمد مدنی	مدرسہ احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ، بہار
مولانا محمد رفیق عالم سلفی	مدرسہ اصلاح المسلمین بھادو، مالدہ، بنگال
مولانا افضل حسین سلفی	جامعہ منبع العلوم، خان پور، مالدہ بنگال
مولانا شبیر احمد مدنی	ندوۃ السنۃ، اٹوابازار، سدھارتھ نگر، یوپی
مولانا صفی احمد مدنی	جامعۃ المفلحات، حیدرآباد
مولانا عتیق الرحمٰن سلفی	المدرسۃ العربیۃ دارالتعلیم مبارک پور، یوپی
مولانا نورالاسلام مدنی	جامعۃ الإمام البخاری کشن گنج، بہار
مولانا محمد اسماعیل مدنی	جامعۃ الإمام البخاری کشن گنج، بہار
ڈاکٹر محمد یوسف طلحہ مدنی	جامعہ محمدیہ منصورہ، مالیگاؤں

مولانا محمد زکریا محمد سعید	مدرسہ دار التعلیم، کھیدو پورہ، مئو، یو پی
مولانا شریف اللہ سلفی	جامعہ عالیہ عربیہ، مئو، یو پی
مولانا احسان الہدیٰ نجم الہدیٰ	الکلیۃ الاسلامیۃ، تلسی پور، بلرام پور، یو پی
مولانا عبدالحکیم فیضی	المعہد الاسلامی، گنجہڑا، سدھارتھ نگر یو پی
مولانا عبداللہ تمجید عالم سلفی	دار العلوم اہل حدیث، راجستھان
مولانا نعیم اختر	جامعہ منہاج العلوم، کٹیہار، بہار
مولانا عبدالحلیم سلفی	مدرسہ محمدیہ، ٹانڈہ، بریلی، یو پی
مولانا کمال الدین فیضی	مدرسہ احمدیہ سلفیہ، آرہ، بہار
مولانا مختار عالم ریاضی	جامعہ مصباح العلوم السّلفیہ، اڑیسہ
جناب محمد ساجد	مدرسہ سلفیہ، پرسا، بہار
مولانا عبدالمالک	جامعہ اسلامیہ، اکبر پور، جمنی سدھارتھ نگر، یو پی
مولانا نسیم اختر	مدرسہ ضیاء العلوم، جگوائی، بہار
مولانا محمد صالح مدنی	جامعہ رشیدیہ سلفیہ، ارریہ، بہار
مولانا عبداللہ عبدالصمد مدنی	جامعہ دار السلام، ڈنگرہ گھاٹ، بہار
مولانا عبدالرحمٰن	جامعہ دار السلام، بھلوریا، سدھارتھ نگر، یو پی
مولانا انتخاب عالم سلفی	مدرسہ محمدیہ ہگلی، بنگال
مولانا حیدر خان	جامعہ دار النصیحۃ، گجرات
مولانا عبدالباری فضل حق سلفی	مدرسہ زید بن ثابت، سانتھا بازار، سنت کبیر نگر، یو پی
مولانا عبداللہ	المعہد الاسلامی، اکرہرا، سدھارتھ نگر، یو پی
مولانا محمد ہاشم سلفی	معہد الرشد، تتری بازار، سدھارتھ نگر یو پی
مولانا عبداللہ عبدالروف سلفی	مدرسہ احیاء السنۃ، بجرڈیہہ، بنارس
مولانا رضاء اللہ	مدرسہ چشمۂ حیات، رہٹی، جونپور
مولانا اقبال احمد سلفی	مدرسہ دار الہدیٰ جلالی پورہ، بنارس

اجتماع کی نشستوں کی تفصیلی رپورٹ

پہلی نشست:

اس اجتماع کی پہلی نشست بوقت صبح ساڑھے نو بجے زیر صدارت مولانا شاہد جنید سلفی صدر جامعہ سلفیہ شروع ہوئی۔ شیخ اسعد اعظمی کی تلاوت کے بعد ناظم جامعہ سلفیہ مولانا عبداللہ سعود سلفی نے اس اجتماع کے شرکاء کو خوش آمدید کہا، نیز اس اجتماع کی اہمیت اور اس کے مقصد کو بیان کیا، بعدہ مولانا نعیم الدین مدنی شیخ الجامعۃ السلفیۃ نے بھی اس اجتماع کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی اور تمام مدارس اہل حدیث ہند میں عقیدہ کے یکساں نصاب کی اہمیت پر زور دیا۔ تمہیدی کارروائی کے بعد اس نشست کا ایجنڈا ''شعبۂ حفظ اور پرائمری درجات میں عقیدہ کی تدریس پر غور'' پر بحث کا آغاز ہوا۔ شرکاء نے پوری دلچسپی کے ساتھ بحث میں حصہ لیا اور جو تجاویز پیش کی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شعبۂ حفظ میں داخلہ درجہ پانچ کے بعد لیا جائے نیز اس شعبہ کے لیے ایک مختصر نصاب تعلیم مرتب کیا جائے جو دین کے مبادیات، عقیدہ، تجوید، آداب واخلاق اور طہارت وغیرہ کے ضروری مسائل پر مشتمل ہو۔ بعض مندوبین نے اپنے مدرسوں میں رائج نصاب اور اس کی مقررہ مدت کا بھی ذکر کیا۔ یہ نشست ۱۱:۳۰ بجے اپنے اختتام کو پہنچی۔

دوسری نشست:

دوسری نشست کا آغاز بوقت ۱۱:۴۰ پر ہوا۔ اس میں پرائمری درجات کے علاوہ متوسطہ وثانویہ میں عقیدہ کی تدریس کا جائزہ لیا گیا، تقریباً تمام شرکاء اس بات پر متفق نظر آئے کہ زیادہ تر مدارس میں دینیات کے مضمون میں چمن اسلام پڑھائی جاتی ہے۔ عقیدہ کی مستقل کتاب داخل نصاب نہیں ہے۔ اگر عقیدہ کی مستقل گھنٹی رکھی جائے تو اس کے لیے پورے نصاب تعلیم کا جائزہ لینا ہوگا تاکہ نونہالان پر اضافی بوجھ نہ پڑے۔ اس کے لیے نصاب کمیٹی کی تشکیل اور اس اہم منصوبہ کو آگے بڑھانے کے لیے فنڈ کی فراہمی کی تجویز پیش کی گئی جس کا حاضرین نے فراخ دلی کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ اس نشست کے دوران مکہ مکرمہ سے ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس پروفیسر ام القری یونیورسٹی ومفتی ومدرس حرم مکی اور عالم اسلام کے مشہور محقق شیخ عزیر شمس بھی تشریف لائے۔ حاضرین نے ان مہمانان گرامی کا پرتپاک استقبال کیا۔ ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس نے خطبۂ مسنونہ سے اپنی گفتگو کا آغاز فرمایا اور آپ نے نصاب تعلیم کے ساتھ ساتھ نظام تعلیم کی اصلاح پر بھی زور دیا نیز یہ بھی فرمایا کہ بزرگوں کا طریقۂ تعلیم وتربیت اختیار کیا جائے تاکہ طلبا ظاہری وباطنی طور پر سلف کے طور طریقے کو اختیار کریں۔

شیخ عزیر شمس نے اپنی گفتگو میں دو اہم باتوں پر توجہ دلائی:

۱- موجودہ نصاب تعلیم سے مدارس کے اہداف ومقاصد پورے ہوتے ہیں یا نہیں؟ اس پر غور کیا جائے۔

۲- جو کتابیں ایک عرصہ سے زیر تدریس ہیں کیا موجودہ دور میں وہ تدریس کے لائق ہیں یا نہیں؟

اس کے بعد آپ نے مدارس میں عقیدہ کی تدریس کا ایک مجمل خاکہ پیش کیا، آپ نے مرحلہ تعلیم کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا اور ہر مرحلہ کے لیے موزوں نصاب کی رہنمائی کی۔

پہلا مرحلہ: ابتدائی درجات میں شیخ جمیل زینو کی کتاب ”خذ عقيدتك من الكتاب والسنة“ کا اردو ترجمہ نیز تقویۃ الایمان پڑھائی جائے۔

دوسرا مرحلہ: اس مرحلہ میں اہل سنت (سلف صالحین) کے عقائد دلائل کے ساتھ مختصراً پڑھایا جائے۔

تیسرا مرحلہ: اس میں سلف اور متکلمین دونوں کے عقائد تقابلی موازنہ کے ساتھ پڑھایا جائے اور اس سلسلہ میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کی الحموية، الواسطية اور التدمريه مفید واہم کتابیں ہیں۔

چوتھا مرحلہ: اس مرحلہ میں عہد حاضر کے فکری مذاہب، دعوتی تحریکیں اور عقائد کے باب میں ان کے انحرافات سے طلبا کو متعارف کرایا جائے، مثلاً جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت وغیرہ۔

پانچواں مرحلہ: اس مرحلہ میں باطل مذاہب کے عقائد پڑھائے جائیں مثلاً ہندومت، بدھ مت، سکھ مت وغیرہ۔

نشست کے اخیر میں ڈاکٹر وصی اللہ صاحب نے پھر اس بات پر زور دیا کہ عقیدہ کے نصاب کا از سر نو جائزہ لینا چاہیے اور اس سلسلہ میں سعودی عرب کے نصاب تعلیم سے بھی استفادہ کرنا چاہیے اور اس کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دینی چاہیے اور عقیدہ کے علاوہ عربی قواعد، فقہ وتاریخ کے نصاب کو بھی از سر نو مرتب کرنا چاہیے۔ نماز ظہر سے قبل ۱۲:۴۵ پر یہ نشست اختتام پذیر ہوئی۔

تیسری نشست:

اس علمی اجتماع کی تیسری عام نشست بعد نماز مغرب جامعہ سلفیہ کے سیمینار ہال میں زیر صدارت ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس حفظہ اللہ شروع ہوئی۔

تلاوت کے بعد محترم ناظم اعلی جامعہ سلفیہ مولانا عبد اللہ سعود صاحب نے اپنے ترحیبی کلمات میں شرکاء اجتماع وحاضرین کو خوش آمدید کہا۔ اس اجتماع کی اہمیت نیز مدارس میں اسلامی عقیدہ کی تدریس کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

بعدہ ڈاکٹر وصی اللہ صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ اللہ تعالی کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں جامعہ سلفیہ بنارس میں ایک اہم مقصد کے تحت اکٹھا ہونے کی توفیق دی۔ میں اس مجلس کے انعقاد کرنے والوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور یہ درخواست کرتا ہوں کہ اس اجتماع میں جو تجاویز پاس ہوں ان کی تنفیذ کی باضابطہ کوشش ہونی چاہیے۔ اس کے بعد آپ نے طلباء کو خاص طور سے نصیحت فرمائی کہ آپ کے کندھوں پر دین کی تبلیغ کی ذمہ داری ہے، آپ احساس کمتری کے شکار نہ ہوں، اللہ نے آپ کو جو علم کے حصول کا موقع دیا ہے اس پر آپ اللہ کا شکر بجالائیں، حسن اخلاق سے اپنے آپ کو مزین کریں،

کتابوں کے مطالعہ میں تنقیدی ذہن رکھیں، سلفی نقطۂ نظر سے کتابوں کو پڑھیں، اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت میں ذرا بھی کوتاہی نہ کریں۔

واضح ہو کہ یہ نشست استقبالیہ پروگرام کی شکل میں منعقد کی گئی تھی، اس میں شرکاء اجتماع کے علاوہ دیگر اساتذہ، تمام طلبہ اور معززین شہر موجود تھے۔ آپ کے بعد مولانا ظفرالحسن صاحب (شارجہ) نے کہا کہ آج کے اجتماع کا موضوع بہت اہم ہے۔ اس لیے کہ عقیدہ دین اسلام کی اصل ہے اور یہی ہمارا مقصد حیات ہے، قرآن کریم میں اللہ نے فرمایا: ﴿وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ليعبدون کی تفسیر ليوحدون سے کی ہے یعنی انس وجن کی تخلیق کا مقصد اللہ کی توحید کو ماننا ہے۔

شیخ عزیر شمس (مکہ مکرمہ) نے بھی طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے اس جامعہ میں اپنے ماضی کو یاد کیا کہ ۱۹۷۶ء میں جب ہم لوگ یہاں پڑھتے تھے تو جامعہ میں اتنی عمارتیں نہیں تھیں، اتنے وسائل نہیں تھے، ایک کتاب باری باری پڑھتے تھے۔ آج الحمدللہ ہر طرح کے وسائل فراہم ہیں، آپ کو چاہیے کہ خوب محنت سے پڑھیں اور عربی زبان کے سیکھنے میں خوب محنت کریں، اس لیے کہ ہمارے دین کے مصادر عربی زبان میں ہیں۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مدارس کے بارے میں یہ تصور کہ یہ فقط علوم دینیہ کی تعلیم کے لیے ہیں اور علوم عصریہ کی تعلیم کے لیے اسکولس ہیں، یہ تفریق غلط ہے، اس کو دور کرنے کی ضرورت ہے، یہ استعمار کی دین ہے۔ اسی طرح مدارس اور اسکولوں کے درمیان کی دوری کو بھی ختم کرنا چاہیے۔

آپ نے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کی زندگی میں ایک مرکزی دارالعلوم کا تصور موجود تھا، چنانچہ ۱۲۹۷ھ میں آرہ میں مدرسہ احمدیہ سلفیہ کا قیام عمل میں آیا اور مجلس مذاکرہ علمیہ کا آغاز وہیں سے ہوا۔ مولانا ابومحمد ابراہیم آروی رحمہ اللہ وہیں سے سرسید احمد کے خطوط لکھتے تھے جو آج بھی مکاتیب جاوید میں موجود ہیں۔

شیخ صلاح الدین مقبول احمد نے اپنے تاثراتی خطاب میں فرمایا: حالات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیدہ صحیحہ امت مسلمہ میں صرف اہل حدیث اور سلفیوں کے پاس ہے، اس لیے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسے دوسروں تک پہنچائیں اور اپنے نصاب تعلیم میں اسے خاطر خواہ جگہ دیں۔

مولانا عبدالسلام سلفی صاحب نے اس اجتماع کی ضرورت پر روشنی ڈالی اور اس کے انعقاد پر ذمہ داران جامعہ کو مبارکباد پیش کیا۔ اس کے بعد طلبا سے مخاطب ہو کر کہا: آج باصلاحیت فارغین مدارس کا بڑی شدت سے انتظار ہے، آپ محنت کر کے اپنے اندر صلاحیت پیدا کریں اور علم کے مطابق عمل بھی کریں ورنہ عمل کے بغیر علم دین کے حاصل کرنے کا کیا فائدہ؟

شیخ اصغر علی امام مہدی سلفی ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے اپنے خطاب میں فرمایا: جامعہ سلفیہ بنارس نے

مدارس اہل حدیث میں عقیدہ کی تدریس کے اس اہم مسئلہ کو انتہائی فکر مندی کے ساتھ اٹھایا ہے اور اس سلسلہ میں نصاب تعلیم کی اصلاح پر غور وخوض کیا جارہا ہے ۔ یہ اقدام محض طلبا کے لیے ہی کیا جارہا ہے تاکہ فراغت کے بعد وہ عقیدہ کے سلسلہ میں امت کی صحیح رہنمائی کرسکیں۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے اسلاف مادی اعتبار سے بہت کمزور ہونے کے باوجود دین اسلام کی بڑی بڑی خدمات کیں،تصنیف وتالیف ، درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ کی شکل میں ،اس لیے روحانیت اصل ہے، آپ طلبہ مادیت کے پیچھے نہ بھاگیں۔

مولانا عبدالسلام صاحب مدنی نے اپنے خطاب میں جامعہ سلفیہ کے سلسلہ میں اہل بنارس کو ان کی ذمہ داری یاد دلائی۔

اور ڈاکٹر آر کے نور محمد عمری مدنی صاحب اپنے خطاب میں اس اجتماع کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور جامعہ سلفیہ کے ذمہ داران کا اس اجتماع کے انعقاد پر شکریہ ادا کیا۔

صدر مجلس کے دعائیہ کلمات پر نشست اختتام پذیر ہوئی اور ناظم جلسہ شیخ اسعد اعظمی نے جملہ حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

چوتھی نشست:

اس باوقار اجتماع کی چوتھی نشست کا آغاز ۳۱/مارچ ۲۰۱۶ء بروز جمعرات صبح ۸/بجے تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔اس میٹنگ کا ایجنڈا ’’عالمیت وفضیلت کے درجات میں عقیدہ کے نصاب کا جائزہ‘‘ تھا۔

محترم ناظم اعلی صاحب نے تمہیدی کلمات میں اس بات پر زور دیا کہ شرکاء اپنی تجاویز پیش کرنے میں اختصار اور جامعیت کو ملحوظ رکھیں نیز یہ فرمایا کہ اگر تمام اہل مدارس کے اتفاق سے عقیدہ کا جامع نصاب بن جائے تو یہ سب کے لیے بہتر ہوگا۔

مختلف مدارس میں ان مرحلوں میں عقیدہ کے مضمون میں پڑھائی جانے والی کتابوں کے معیار میں بڑا تفاوت، مدارس کے تعلیمی سال میں عدم یکسانیت، سرکاری امداد یافتہ مدارس کی نصابی مجبوریاں، عقیدہ کے بعض اہم ترین مراجع کی عدم دستیابی، عقیدہ کے نصاب میں کتابوں کو مقرر کرنے کے بجائے مفردات مادہ کی تدریس اور اس منہج کے مطابق مرحلہ وار نصاب تیار کرنا، تمام اہل حدیث مدارس میں یکساں نصاب کی تنفیذ وتدریس جیسے اہم مسائل اس نشست میں زیر بحث آئے۔ ڈاکٹر وصی اللہ صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ اس اجتماع کے لیے اساتذۂ جامعہ کی طرف سے ایک مجوزہ نصاب کا خاکہ تیار کرکے پیش کیا جاتا تو یہ اجتماع زیادہ بامقصد ہوتا، اس کے بعد محترم ناظم صاحب نے اساتذہ کی ایک کمیٹی کی طرف سے تیار کردہ نصاب مجلس کے سامنے پیش کیا، پھر ناشتہ کا وقفہ ہوگیا۔

آخری نشست:

وقفہ کے بعد اجتماع کی آخری نشست کا آغاز ہوا جس میں یہ طے ہوا کہ اب تک پیش کی جانے والی تجاویز کو عملی شکل دینے کے طریقے پر غور ہونا چاہیے، چنانچہ اس سلسلہ میں عقیدہ کے نصاب کا جائزہ لینے اور اسے از سر نو ترتیب دینے کے لیے ایک سہ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے ارکان ڈاکٹر محمد ابراہیم مدنی، ڈاکٹر آر کے نور محمد عمری مدنی اور شیخ احسن جمیل مدنی نامزد کیے گئے۔

حاضرین کے مشورہ سے دیگر مضامین کے لیے بھی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

تفسیر وعلومہ: مولانا عبدالرحمٰن لیثی، شیخ اسعد اعظمی اور شیخ محمد اسلم مبارک پوری۔

حدیث وعلومہ: ڈاکٹر عبیدالرحمٰن مدنی، ڈاکٹر محمد اقبال احمد بسکوہری اور شیخ مصطفیٰ احمد مدنی

فقہ واصولہ: ڈاکٹر فضل الرحمٰن مدنی، ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی اور شیخ عبیداللہ طیب مکی۔

سیرت وتاریخ: ڈاکٹر عبدالحکیم مدنی، ڈاکٹر عبدالمنان شفیق اور مولانا محمد مستقیم سلفی۔

عربی زبان وادب: شیخ عزیر شمس، شیخ صلاح الدین مقبول، شیخ ابوالقاسم عبدالعظیم

یہ طے پایا کہ اس نصابی مشروع کا دفتر جامعہ سلفیہ ہوگا اور ان کمیٹیوں کے ارکان کے درمیان رابطہ نیز متابعت کے لیے ناظم جامعہ سلفیہ ایک مستقل موظف کی تقرری کریں گے اور اس میں سہولت پیدا کرنے کے لیے جدید وسائل بھی استعمال کیے جائیں گے۔

یہ بات بھی طے پائی کہ یہ کمیٹیاں مدارس میں پڑھائی جانے والی کتابوں کو سامنے رکھ کر نصاب کو ترتیب دیں گی، نئی نصابی کتابیں نہیں تحریر کی جائیں گی۔

اس اجتماع کے اخیر میں مجوزہ نصاب کو قطعی شکل دینے کے لیے ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی بھی تشکیل دی گئی جس کے ارکان درج ذیل علماء قرار پائے:

۱- ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس (مکہ مکرمہ)
۲- ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی (مدینہ منورہ)
۳- ڈاکٹر محمد لقمان سلفی (ریاض)
۴- شیخ عزیر شمس (مکہ مکرمہ)
۵- شیخ عبدالقدوس (ریاض)
٦- شیخ انیس الرحمٰن اعظمی
۷- شیخ صلاح الدین مقبول احمد

اس عظیم مشروع کے لیے فنڈ کی فراہمی کی جو تجویز پہلی نشست میں پیش کی گئی تھی اس میں مولانا شاہد جنید صاحب صدر جامعہ سلفیہ، مولانا اصغر علی امام مہدی ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، مولانا عقیل اختر سلفی، مولانا شبیر احمد مدنی، مولانا

عبدالسلام سلفی، مولانا عبدالحکیم مدنی، عامر عبدالرشد اور نورالاسلام مدنی نے اپنا گراں قدر تعاون پیش کیا۔

جلسۂ عام کی رپورٹ:

بتاریخ ۳۱/مارچ ۲۰۱۶ء بروز جمعرات بعد نماز مغرب جامعہ سلفیہ بنارس کے میدان میں ایک عظیم الشان اجلاس عام کا انعقاد کیا گیا جس کی نظامت فضیلۃ الشیخ عبدالرحیم ریاضی حفظہ اللہ نے کی اور صدارت ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس مفتی حرم مکی نے فرمائی۔ فضیلت اول کے طالب علم دانش جمال کی تلاوت قرآن کریم سے اجلاس کا آغاز ہوا، پھر جامعہ کے طالب علم شکیل احمد اوران کے رفقاء نے ترانۂ جامعہ پیش کیا، پھر باضابطہ تقریری سلسلے کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے جامعہ کے استاد شیخ دل محمد سلفی ''باہمی اختلاف کا شرعی حل'' کے موضوع پر خطاب فرمایا، آپ نے اپنے خطاب میں اتحاد واتفاق کی اہمیت پر زور دیا اور کہا کہ اتحاد واتفاق میں ایسی قوت ہے کہ اس کے ذریعہ بڑے سے بڑا فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔

پھر جناب مولانا صفی احمد مدنی حفظہ اللہ (حیدرآباد) کو اسٹیج پر آواز دی گئی، آپ نے علم کی اہمیت وفضیلت پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ علم دین کا حاصل کرنا ہر انسان کے لیے ضروری ہے، علم کے ذریعہ انسان کے اخلاق درست ہوتے اور ان کے معاملات میں اصلاح پیدا ہوتی ہے، دینی علم اشرف العلوم ہے، ہمیں اس علم کو ضرور حاصل کرنا چاہیے۔

آپ کے بعد شیخ عبدالمنان عبدالحنان سلفی (شیخ الجامعہ جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر نیپال) نے خطاب فرمایا۔ آپ کا موضوع ''فتنۂ خوارج'' تھا، آپ نے کہا کہ دور حاضر کا سب سے بڑا فتنہ فتنۂ خوارج ہے۔ مسلم حکمرانوں کے خلاف خروج کرنے والے، عام مسلمانوں کو کافر قرار دینے والے اور ان کے قتل کو مباح قرار دینے والی جماعت کو خوارج کہتے ہیں۔ خوارج انبیاء، علماء، صلحاء اور اتقیاء کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ یہ لوگ ظاہر میں مسلمان نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں وہ اسلام سے نکل گئے ہیں۔ آج اس فتنہ کو سمجھنے اور اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔ آپ کے خطاب کے بعد عشاء کی نماز کے لیے اذان دی گئی۔

بعدہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم عمومی فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی حفظہ اللہ کو دعوت اسٹیج دی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ ایمان واعمال صالحہ کے ذریعہ تمہیں دنیا وآخرت میں پرامن زندگی عطا کی جائے گی نیز قرآن وحدیث کو سمجھنا اور ان پر عمل پیرا ہوجانا ہی سلفیت ہے اور ضروری ہے کہ اس سلسلے میں صحابہ کرام کو اسوہ بنایا جائے، ان ہی کی فہم کی روشنی میں شریعت کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

آپ کے بعد فضیلۃ الشیخ عزیر شمس سلفی مکہ مکرمہ حفظہ اللہ نے خطاب فرمایا۔ آپ نے قرآن فہمی پر زور دیا نیز کہا کہ ہم قرآن کے تئیں غفلت کے شکار ہوچکے ہیں اس غفلت کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

آپ کے بعد جامعہ سلفیہ کے ناظم اعلی جناب مولانا عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ عوام الناس کے روبرو ہوئے۔ آپ نے

عوام الناس کو جامعہ میں اپنے بچوں کو پڑھانے کی ترغیب دی اور کہا کہ جامعہ سے فارغ ہونے والے طلبا دین و دنیا دونوں میں کامیاب نظر آرہے ہیں۔

ناظم اعلی کے مختصر خطاب کے بعد مشہور ومعروف داعی شیخ ظفر الحسن مدنی (شارجہ) کو دعوت خطاب دی گئی ،آپ نے اپنے خطاب میں عقیدہ کی اصلاح پر زور دیا ،آپ نے فرمایا کہ انسان کا کوئی بھی عمل اس وقت تک مقبول نہیں جب تک کہ اس کا عقیدہ درست نہ ہو،آپ نے فرمایا کہ ہمارے اسلاف نے عقیدہ کی اصلاح میں بڑی تکلیفیں جھیلیں ،مگر عقیدہ کے معاملہ میں کسی سے سمجھوتہ نہ کیا اور نہ عقیدہ کی دعوت وتبلیغ چھوڑی۔

آپ کے بعد صدر جلسہ فضیلۃ الدکتور وصی اللہ محمد عباس حفظہ اللہ صدارتی خطاب کے لیے رونق اسٹیج ہوئے۔آپ نے جامعہ سلفیہ کو اہل بنارس کی عزت اور آبرو قرار دیا۔دوران خطاب آپ نے فرمایا کہ اس دور میں صحیح اسلام اور صحیح اسلام والوں کو جان بوجھ کر بدنام کرنے ،اشاعت اسلام اور صحیح عقیدہ کی اشاعت کو روکنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ضرورت ہے کہ ہم قرآن وحدیث کو پڑھنے اور ان کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہم ایسے لوگوں سے مسئلے پوچھیں جو قرآن وحدیث کا علم رکھتے ہوں۔

اس اجلاس کے آخری خطیب فضیلۃ الشیخ رضاء اللہ عبدالکریم مدنی حفظہ اللہ نے فرمایا کہ دشمنان اسلام نے اسلام کے خلاف جو سازشیں کیں ان میں حدیث رسول کے اندر تشکیک پیدا کرنا بھی تھا۔ان کی تشکیکات سے عوام الناس کو بچنے کی تاکید کی۔

رات سوا بارہ بجے تقریری سلسلہ ختم ہوا اور اجلاس کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔

اس اجتماع میں شریک بعض علماء کے تاثرات:

۱- مروجہ نصاب تعلیم بالخصوص فن عقیدہ سے متعلق نصاب پر غور اور اس کی تحسین کے لیے جامعہ سلفیہ میں دو روزہ میٹنگ ہوئی۔الحمد للہ میٹنگ بہت منظم اور نتیجہ خیز رہی اور اس سلسلہ میں عملی اقدام اٹھانے کا فیصلہ کرکے مختلف فنون کے لیے مجوزہ خاکہ پیش کرنے کے لیے کمیٹیاں تشکیل دی گئیں اور ان کے لیے مدت متعین کردی گئی۔امید ہے کہ ان شاء اللہ اس مرتبہ کوئی اچھا نتیجہ سامنے آئے گا۔ (ڈاکٹر عبدالحکیم مدنی)

۲-عقائد کی تعلیم سب سے اہم ہے۔اس لیے اس کی تدریس زیادہ سے زیادہ مفید اور بامقصد بلکہ نتیجہ خیز بنانے کے لیے مدارس سلفیہ میں داخل کتابوں کا جائزہ لیا جائے اور موجودہ حالات وظروف کے تناظر میں ایسا نصاب منتخب کیا جائے جو طلبا کے لیے مفید تر ہو۔اس مقصد کے لیے کمیٹی تشکیل دی گئی ہے جو جامعہ سلفیہ کی نگرانی میں اپنی تجویز پیش کرے گی۔دیگر مضامین

مثلاً تفسیر وعلوم تفسیر، حدیث واصول حدیث، فقہ واصول فقہ، ادب عربی، قواعد اور دیگر فنون کے نصاب کا جائزہ لینے کے لیے بھی کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان کے ذریعہ مدارس جماعت کو متوازن اور مفید نصاب دستیاب ہوگا۔

وحدت نصاب کی ضرورت پر بھی گفتگو ہوئی اور طے پایا کہ تمام اہل حدیث مدارس کے نصاب میں یکسانیت نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کے اسباب فراہم کرے۔ (عبدالمنان عبدالحنان سلفی)

۳- اسلامی عقیدہ کے نصاب غور وخوض کے لیے علماء ومشائخ کے ساتھ میٹنگ میں شرکت کا موقع ملا۔ یہ اجتماع دو روز چلا جس میں سلفی مدارس وجامعات سے وابستہ دور دراز سے لوگ تشریف لائے۔ اتفاق رائے سے جامعہ میں تین کلیات کے آغاز کا فیصلہ ہوا۔ ان کے نصاب پر بات چیت ہوئی۔ (مولانا ظفر الحسن مدنی)

۴- جامعہ سلفیہ نے عقیدہ اسلامیہ کی اہمیت اور حیثیت کو اجاگر کرنے کے لیے ایک جامع اور مناسب پروگرام مرتب کیا۔ اس سلسلہ میں پہلا قدم ہندوستان کے اہل حدیث مدارس کے نصاب تعلیم بالخصوص توحید وعقیدہ کے مضمون میں یکسانیت لانے اور مزید بہتری پیدا کرنے پر غور وخوض اور عملی اقدام کرنے سے شروع ہوا۔ یہ قدم بڑا مبارک خوش آئند اور لائق تحسین ہے۔ (ڈاکٹر عبدالرحمٰن لیثی)

۵- یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ جامعہ سلفیہ میں اسلامی عقائد کی تعلیم وتدریس اور اس کے نصاب کا جائزہ لینے کے لیے ایک علمی اجتماع منعقد ہو رہا ہے اور مجھے اس بات پر خوشی بھی ہے کہ جامعہ سلفیہ نصاب تعلیم کے سلسلہ میں اس سے قبل کئی نشستیں منعقد کر چکا ہے۔ نصاب تعلیم پر غور وخوض اور اس کی تجدید کاری کا جذبہ زندہ قوموں کی علامت ہے۔ الحمد للہ یہ بہت ہی مبارک اقدام ہے، اس پر میں ناظم اعلیٰ کو اور سارے ذمہ داران واساتذہ کو مبارک باد دیتا ہوں اور اللہ سے دعا گو ہوں کہ آپ کی اس کاوش کو قبول فرمائے، آمین۔ (ڈاکٹر آر کے نور محمد عمری مدنی)

۶- اہل حدیث مدارس وجامعات میں جاری نصاب تعلیم میں عقیدہ کے عنوان پر بحیثیت ''مادۃ الدراسۃ'' غور اور نظر ثانی کے لیے مولانا عبداللہ سعود ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ بنارس کی طرف سے منعقد کی جانے والی مجلس قابل مبارک باد اور لائق تحسین ہے۔ (مولانا شبیر احمد ابوالحسن مدنی)

۷- اسلامی عقائد کی تعلیم وتدریس سے متعلق نصاب کے جائزے پر جامعہ سلفیہ کی نگرانی میں منعقد ہونے والا اجتماع یقیناً مثبت نتائج کا حامل ہوگا، ان شاء اللہ۔ (عامر عبدالرشد بستوی)

☆☆☆

عالم اسلام کے مشہور ومعروف محقق مولانا عزیر شمس سے

ایک انٹرویو

طارق اسعد بن اسعد اعظمی
متعلم جامعہ سلفیہ، بنارس

مولانا عزیر شمس صاحب عالم اسلام کے مشہور ومعروف محقق ہیں۔آپ نے جامعہ سلفیہ بنارس سے فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور جامعہ ام القری مکہ مکرمہ میں تعلیم کی تکمیل کی۔فی الوقت علامہ ابن تیمیہ وامام ابن القیم کے مخطوطات وکتب کی تحقیق میں منہمک ہیں، بلکہ ابن تیمیہ کے متخصص کے طور پر علمی حلقوں میں جانے جاتے ہیں۔جامعہ سلفیہ بنارس کی دعوت پر نصاب تعلیم کے بارے میں دوروزہ میٹنگ میں شرکت کے لیے ۳۰-۳۱/مارچ ۲۰۱۶ء کو آپ کی جامعہ میں تشریف آوری ہوئی۔اس مناسبت سے موصوف سے ایک مختصر انٹرویو لیا گیا۔انٹرویو کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر اسے من وعن شائع کیا جارہا ہے۔

ط.ا.: سب سے پہلے ہم آپ کے تعلیمی سفر کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔

عزیر شمس: میری ابتدائی تعلیم مدرسہ فیض عام مئو میں ۱۹۶۶ء میں شروع ہوئی۔درجہ پنجم تک پڑھنے کے بعد ایک سال تک فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھی۔بعدازاں دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ میں پہلی جماعت میں داخلہ لیا اور وہاں پر عربی کی تعلیم شروع کی۔اگلے سال والد صاحب یہاں سے استعفی دے کر مرشد آباد چلے گئے تو مدرسہ دارالحدیث مرشد آباد میں دوسری جماعت مکمل کی۔جب جامعہ سلفیہ بنارس میں شیخ الحدیث صاحب نے مولانا آزاد رحمانی کے توسط سے والد صاحب کو یہاں بلوایا تو ۱۹۶۹ء میں تیسری جماعت سے جامعہ رحمانیہ بنارس میں تعلیم حاصل کی۔چوتھی جماعت کے بعد عالمیت کے چار سال اور فضیلت کے دوسال جامعہ سلفیہ بنارس میں مکمل کر کے ۱۹۷۶ء میں فراغت حاصل کی۔بعدازاں فروری ۱۹۷۸ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ میں کلیۃ اللغۃ العربیۃ میں داخلہ لیا۔۱۹۸۱ء میں کلیہ کی تعلیم مکمل ہوئی۔ماجستیر کے لیے جامعہ اسلامیہ اور ام القری یونیورسٹی دونوں جگہ داخلہ ملا۔میں نے ام القری یونیورسٹی کا انتخاب کیا اور ۱۹۸۵ء میں ماجستیر کی سند حاصل کی۔ماجستیر میں مقالے کا موضوع تھا: "التأثير العربي في شعر حالي ونقده"۔ اس مقالے میں مسدس حالی کا میں نے عربی میں ترجمہ بھی کیا۔پی.ایچ.ڈی. میں میرا موضوع بحث "الشعر العربي في الهند: دراسة نقدية" تھا۔۱۹۹۰ء میں

جب میں نے مقالہ پیش کرنا چاہا تو سپروائزر سے اختلاف ہوگیا، جس کے سبب میرا مناقشہ نہ ہوسکا اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے محروم رہا۔ بہرحال میری تعلیم یہیں تک ہے۔

ط.ا.: آپ کن اساتذہ سے بطور خاص متاثر ہوئے؟

عزیر شمس: جب عربی کی پہلی جماعت میں احمدیہ سلفیہ میں تھا تو مولانا نورعظیم ندوی سے ابتدائی کتابیں پڑھیں، وہ ہمیں عربی بولنے اور لکھنے کی مشق کراتے اور املا درست کراتے تھے، میں ان کا احسان مند ہوں کہ انھوں نے ابتدائی تعلیم میں کافی محنت صرف کی۔ چچا مرحوم مولانا عین الحق سلفی سے نحو وصرف کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اس زمانے میں نحو وصرف کے سارے قواعد ازبر ہوگئے جس کا فائدہ آج بھی مل رہا ہے۔ ان کے علاوہ بھی دیگر اساتذہ سے متاثر رہا۔ مولانا محمد رئیس ندوی صاحب کے علم رجال پر مہارت اور مولانا عبدالمتین صاحب کی معقولات پر دسترس سے خاصا متاثر ہوا۔

ط.ا.: جس زمانے میں آپ جامعہ سلفیہ بنارس میں زیر تعلیم تھے اس وقت کا جامعہ کئی ناحیوں سے ممتاز تھا، اس دور کے کچھ امتیازات کا ذکر کریں۔

عزیر شمس: جامعہ کا تعلیمی ماحول اس زمانے میں کئی ناحیے سے ممتاز تھا۔ اولا یہاں چوٹی کے اساتذہ موجود تھے، دوسری بات یہ کہ جو نصاب تعلیم تھا وہ بہت ہی جامع تھا۔ معقولات، دینیات اور زبان وادب، ان تینوں پہلوؤں پر پوری توجہ تھی۔ اس کے ذریعہ طلبہ عربی تکلم وانشاء پردازی پر قادر ہوجاتے تھے۔ تیسری چیز یہ کہ اس وقت طلبہ کی تعداد کم تھی، کل ملاکر ۶ کلاسوں میں)۱۰۰ کے قریب طلبہ ہوا کرتے تھے، جدید نظام تعلیم میں بھی آپ دیکھیں گے کہ ایک کلاس میں ۲۵ سے زائد طلبہ کو نہیں رکھا جاتا ہے۔ ہمارے کلاس میں بھی طلبہ کی تعداد ۱۵-۱۶ تھی، کم طلبہ کی وجہ سے اساتذہ کی تمام توجہ ان کی جانب مرکوز رہا کرتی تھی۔ چوتھی خصوصیت یہ تھی کہ طلبہ کے اندر منافست اور باہمی مقابلہ آرائی کا جذبہ عروج پر تھا۔ ہم پانچ ساتھی بطور خاص مولانا صلاح الدین، بدرالزماں نیپالی، رفیع احمد اور شہاب اللہ جو کچھ بھی پڑھتے تھے اس کا آپس میں تبادلہ کرتے تھے۔ ایک کتاب "تاريخ الدعوة الإسلامية" کے لیے باری مقرر تھی کہ ایک طالب پڑھ لے اس کے بعد دوسرے کی باری آتی۔ ایک طالب علم کوئی مجلّہ پڑھ رہا ہے تو دوسرا کوئی اور مجلّہ پڑھ رہا ہے۔ ایک احمد امین کو پڑھ رہا ہے تو دوسرا طٰہٰ حسین کو اور تیسرا اعقاد کو۔ غرضیکہ منافست کا ایک جذبہ تھا، جو انہیں آگے بڑھنے میں برابر مہمیز لگاتا رہا۔ اس زمانہ میں طلبہ کو آزادی بھی کافی تھی۔ ہم یہاں سے نکل کر کبھی بنارس ہندو یونیورسٹی چلے گئے، کبھی رام نگر چلے گئے، کبھی سارناتھ چلے گئے، کبھی گودولیا پر چرچ میں چلے گئے، کبھی گرودوارہ چلے گئے، وہاں سکھوں کی مقدس کتابوں کا مطالعہ کیا، یعنی صرف کتابی علم نہیں بلکہ سیر وتفریح کے ذریعہ بھی معلومات میں اضافہ کیا۔ آخری بات یہ کہ اس زمانے میں جامعہ میں کبار اہل علم اور فضلاء کی بکثرت آمد ہوا کرتی تھی، ان سے کافی استفادہ کا موقع ملا۔ قاری طیب صاحب دیوبند سے آئے، مولانا ابوالحسن میاں علی ندوی، پروفیسر مختار الدین آرزو اور ان کے علاوہ عرب مشائخ کی بھی تشریف آوری ہوا کرتی تھی۔ ان کی لقاء سے شخصیت کی تکوین اور ارا سے

جلا بخشنے کا کام ہوتا تھا۔

ط.ا.: کہا جاتا ہے کہ مدارس کے فارغین عصری تقاضوں سے مکمل طور پر واقف نہیں ہو پاتے۔ اگر یہ درست ہے تو آپ کے خیال میں اس کی اصلاح کیوں کر ہو سکتی ہے؟

عزیر شمس: میرا خیال ہے کہ جب ہم مدارس میں رہتے ہیں تو اس وقت دنیا میں کیا ہو رہا ہے، امت کو کون سے مسائل درپیش ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ہم زیادہ سے زیادہ اخبارات ورسائل سے یہ معلومات حاصل کرتے ہیں، لیکن عملی طور پر بنفس نفیس ان مسائل کو Face نہیں کرتے۔ میری رائے ہے کہ مدرسہ کے ہر فارغ کو ایک یا دو سال کا کوئی کورس، ڈپلومہ ہی سہی کسی عصری یونیورسٹی کے ماحول میں ضرور گزارنا چاہیے۔ وہاں مختلف افکار ونظریات کے حاملین سے سامنا ہوگا، جس کے ذریعہ ان سے گفتگو، Debet، حوار وغیرہ کے آداب وطرق معلوم ہو جائیں گے۔ مدارس کی تعلیم سے وہ ذہنی وسعت نہیں حاصل ہوتی ہے جب تک وہاں کی فضا سے نکل کر مختلف الخیال لوگوں کے آراء ونظریات کو نہ جانا جائے۔ مدارس کے فارغین کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے لیے انہیں عملی اور علمی طور پر اپنا وقت اس ماحول میں گزارنا ہوگا اور مختلف الخیال لوگوں کا سامنا کرنا ہوگا۔

ط.ا. ایک طبقہ طلبۂ مدارس کے عصری جامعات میں تعلیم حاصل کرنے کا مخالف ہے، اس کے خیال میں عصری جامعات میں داخلہ کے بعد طلبۂ مدارس کی فکر میں تبدیلی آجاتی ہے اور وہ اپنے دینی وعلمی سرمائے کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

عزیر شمس: عصری جامعات میں داخلہ کے بعد طلبہ کی سوچ میں خاطر خواہ تبدیلی اس وجہ سے رونما ہوتی ہے کہ طلبہ بنیادی طور پر یہاں مضبوط نہیں ہو پاتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ تربیت کا نقص ہے، طلبہ کا نہیں۔ یہاں جو چیزیں ان کے دماغ میں فیڈ کی جاتی ہیں ان کے اندر پختگی نہیں ہوتی۔ اگر آپ نے مدارس کے اندر اتنی صلاحیت پیدا کر لی ہے کہ وہاں کے حالات کا مقابلہ کر سکتے ہیں تو آپ غالب رہیں گے ورنہ مغلوب ہو جائیں گے، فکری طور پر اس کے لیے ضروری ہے کہ ذہن وفکر میں وسعت پیدا کی جائے اور خاص کر فقہی مسائل میں بے جا تشدد سے اجتناب کرنا چاہیے۔ (مثلاً میں یہ دعوت دیتا ہوں کہ مسلکی اختلافات میں بہت زیادہ گہرائی میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اجتہادی مسائل میں زیادہ سے زیادہ تحقیق وجستجو کے بعد یہ نتیجہ نکلے گا کہ یہ چیز راجح ہے، کسی چیز کو آپ بدعت نہیں قرار دے سکتے ہیں۔ (فقہی مسائل کے سلسلے میں نہ کہ عقیدہ کے بارے میں) اس لیے بہت سے لوگ انہیں مسائل میں رہ کر پورا وقت صرف کرتے ہیں اور اپنا سب سے بڑا دشمن مخالف مسلک کو سمجھتے ہیں۔ یہ ذہنیت بدلنے کی ضرورت ہے اس طرح کے ذہن کی تشکیل نہیں ہونی چاہیے۔ ہمارا ذہن اسلامی ہو جو غیر اسلامی فکر کے مقابلے کے لیے تیار ہو۔ دراصل ہم نوے فیصد جن مسائل پر بحث کرتے ہیں یہ وہ نہیں ہیں جو معاشرے میں ہیں یا ملک وملت کو درپیش ہیں۔

ط.ا.: اس وقت مدارس اسلامیہ کے حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں، لوگوں کا مدارس سے رشتہ دن بدن کمزور ہوتا جارہا ہے اور سرپرست حضرات اپنے بچوں کو مدارس کی طرف بھیجنے سے گریز کرتے ہیں۔ اس مسئلے پر کیسے قابو پایا جائے؟

عزیر شمس: جی ہاں! اس وقت صورت حال نہایت ہی ناگفتہ بہ ہے، خاص کر جنوبی ہند کے حالات تو اور بھی خراب ہیں۔ حیدرآباد کے مدارس میں وہاں کے مقامی طلبہ کا نام ونشان نہیں ہے، عربی درجات میں تو بالکل ہی نہیں ہے۔ خیر یہ چیز تو شمال کے مدارس میں نہیں ہے تاہم اب دھیرے دھیرے یہ مرض شدت اختیار کرتا جارہا ہے۔ جب تک آپ مدارس کا نظام تعلیم ایسا نہیں بنائیں گے کہ سرپرست کو پتہ چلے کہ یہ طلبہ فراغت کے بعد کیسے مفید بنیں گے؟ اس وقت تک لوگوں کی توجہ اس طرف منعطف نہیں ہوگی۔ جب مدارس کے اندر کسی قسم کی قوت کشش نہیں ہوگی تو لوگ سمجھیں گے کہ یہاں پڑھنا پڑھانا وقت کا ضیاع ہے۔ مدارس کو خود محاسبہ کرنا چاہیے کہ ان کے اندر کیا نقص ہے؟ کیا وجوہات واسباب ہیں جن کے سبب طلبہ مدارس کا رخ نہیں کرتے؟ ضرورت ہے کہ مدارس کے اندر ایسی انقلابی تبدیلیاں لائی جائیں اور ان کے اندر ایسی جدت پیدا کی جائے کہ طلبہ یہاں کشاں کشاں آئیں اور فراغت کے بعد کہیں جانے کے اہل ہوں۔ مرکزی حکومت کے پاس اقلیت کے لیے ایسی اسکیمیں ہیں جو ان کے لیے مفید ثابت ہوسکتی ہیں، مگر اہل مدارس ان سے لاعلم ہیں۔ دراصل مدارس کا جو نصاب ہے وہ سرے سے نصاب ہی نہیں۔ یہ صرف موٹی موٹی کتابیں ہیں۔ یہ ضخیم کتابیں نصاب نہیں ہوتیں۔ مدارس میں نصاب میں اصلاح کا یہ مطلب سمجھا جاتا ہے کہ ایک کتاب کا نام کاٹ کر اس کی جگہ دوسری کتاب ڈال دی جائے اس کو نصاب یا اصلاح نصاب نہیں کہتے ہیں۔

ط.ا.: گویا آپ نصاب میں جدت کاری کے قائل ہیں؟

عزیر شمس: جی ہاں! آپ مدارس میں وہی سبجیکٹ پڑھائیں جو فی الوقت پڑھا رہے ہیں، لیکن موجودہ وقت کے تقاضے کے مطابق پڑھائیں۔ حدیث، قرآن، فقہ، تفسیر سب کچھ پڑھائیں لیکن نئے پیرائے میں اس وقت اہل حدیث مدارس میں یہ رجحان بن رہا ہے کہ وہ فقہ حنفی نہیں پڑھتے، جس معاشرے میں ایک طالب علم رہتا ہے اور جہاں جو فقہ رائج ہے اس کا پڑھنا ضروری ہے، ساتھ ساتھ جو دیگر مذاہب ورجحانات ہیں ان کی تدریس بھی ضروری ہے۔ جب ایک طالب علم ان سب چیزوں کو نہیں دیکھے گا تو وہ فراغت کے بعد کیا کرے گا؟ لوگوں کو کیسے سمجھائے گا؟ آپ مدارس کے نظام تعلیم یا نصاب تعلیم میں نقص کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ جو لوگ مدارس کا نظام چلا رہے ہیں وہ خود اپنے بچوں کو کانونٹ اور عصری کالجز میں پڑھاتے ہیں ایسا کیوں ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا نصاب تعلیم ناقص ہے۔ جب آپ اپنے بچوں کے تعلق سے یہ بات خود محسوس کررہے ہیں تو قوم کے بچوں کا مستقبل کیوں تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں؟

ط.ا.: تحقیق آپ کا پسندیدہ موضوع رہا ہے بالخصوص مخطوطات کے میدان میں آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں، تحقیق کے تعلق سے اپنے تجربات کے بارے میں روشنی ڈالیں گے؟

عزیر شمس: مخطوطات سے دلچسپی شروع سے ہی تھی۔ خدا بخش لائبریری میں مخطوطات کی فہرست سازی پر کچھ دنوں تک لگا رہا، پھر مدینہ یونیورسٹی میں بھی فہرست سازی کا کام کیا، مجھے مخطوطات کے میدان میں بہت سی ایسی کتابیں نظر آئیں جو صدیوں سے غیر مطبوع حالت میں تھی، ان کو ایڈٹ کر کے شائع کرنے، ان سے متعلق دراسات، بحوث ومقالات لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ ایک وقت تھا جب مخطوطات تک رسائی بڑی مشکل سے ہوا کرتی تھی، لیکن اب تو یہ کام بہت آسان ہوگیا ہے۔ مخطوطات کا میدان کافی وسیع ہے، اس میں تخصص کی ضرورت ہے، عربی کی صلاحیت، رسم الخط کی جانکاری، مخطوطات کے متعلق علوم وفنون سے واقفیت ضروری ہے۔ ویسے بھی کم لوگ ہی اس میدان کا رخ کرتے ہیں، لیکن جس کو دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے وہ اس کو چھوڑ کر دوسرے میدان کا رخ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ میں نے امام ابن تیمیہ کی کتابوں کی فہرست بنائی کہ کون کون سی کتابیں شائع ہوئی ہیں اور کہاں سے شائع ہوئی؟ میں نے دنیا کی مختلف لائبریریوں کی فہرست کھنگالی تو معلوم ہوا کہ بہت ساری کتابیں غیر مطبوع ہیں۔ سعودیہ عربیہ کی مختلف یونیورسٹیوں میں بہت سے مخطوطوں کی فوٹو کاپیاں موجود تھیں، ان میں سے جو چیزیں غیر مطبوع تھیں انہیں اکٹھا کرنا شروع کیا اور ایک ایک جلد کر کے چھاپتا رہا، میں نے ابن تیمیہ کے وہ فتاوے، رسائل، مسائل وغیرہ جو کہیں نہیں چھپے تھے جمع کیا وہ دس جلدوں میں شائع ہوئے، اس کے لیے میں نے دنیا بھر کی ۸۰-۸۲ لائبریریوں کی تقریبا ۷۰۰-۸۰۰ جلدوں کی فہرست کھنگالی، چاہے وہ عربی، اردو، انگریزی، فارسی، جرمن، فرنچ ہوں۔ اسی طرح ابن القیم کی کتابوں پر بھی تحقیق کی کہ دنیا بھر میں کہاں کہاں ان کے قلمی نسخے پائے جاتے ہیں؟ آپ ابن تیمیہ کی کسی کتاب کے بارے میں پوچھیں میں بتاؤں گا کہ اس کے کون کون سے قلمی نسخے کہاں موجود ہیں؟ اسی طرح امام ابن تیمیہ پر کس نے کیا لکھا؟ ان پر مقالات، دنیا کی مختلف زبانوں میں کس کتاب میں ان پر کوئی باب یا فصل یا انسائیکلوپیڈیا میں ان پر جو کچھ لکھا گیا۔ غرضیکہ میں نے ان تمام چیزوں کے استقصا کی کوشش کی ہے، دو Bibliography تیار کی ہے، ایک ان کی شخصیت کے متعلق اور دوسری ان کے مخطوطات کے متعلق، ان شاء اللہ جلد ہی وہ شائع ہوں گی۔

ط.ا.: طلبۂ مدارس کے نام کوئی پیغام؟

عزیر شمس: محنت کریں، ابھی سے ایک ہدف متعین کرلیں کہ ہمیں کیا بننا ہے، کسی شخصیت کو اپنا آئیڈیل بنالیں کہ اس جیسا کام کرنا ہے یا اس سے بھی بہتر کام کرنا ہے، یا جس میدان میں خلا ہے اسے پر کرنا ہے، یہ جان لیں کہ ہر آدمی ہر میدان میں کام نہیں کرسکتا یا تمام علوم وفنون میں یکساں مہارت نہیں حاصل کرسکتا۔ جو شخص اس کا دعوی کرے وہ احمق ہے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ جس میدان میں دلچسپی ہو اس کو اختیار کریں۔ درس وتدریس، دعوت وتبلیغ، تصنیف وتحقیق، ترجمہ، صحافت وسیاست جو بھی میدان آپ کو پسند ہو اس کے لیے تیاری کریں، اس کے لیے آئیڈیل شخصیت بنالیں اور خود محنت کریں، ان شاء اللہ ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔

☆☆☆

عالم اسلام

ظل الرحمٰن سلفی رسنٹرل لائبریری

قیلولہ دماغی صحت کے لیے مفید:

دوپہر کے کھانے کے بعد تھوڑی دیر سوجانا قیلولہ کہلاتا ہے، جو اللہ کے رسول ﷺ کی سنت رہی ہے۔اب کئی صدیاں گذر جانے کے بعد جدید سائنسی تحقیق اور تجربات سے یہ بھی واضح ہوگیا ہے کہ ظہرانے کے بعد سونا ذہنی وجسمانی صحت کے لیے نہایت مفید ثابت ہوسکتا ہے، جس کی اہمیت وافادیت اس ارشاد نبوی سے بھی واضح ہے۔حدیث میں ہے: ''قیلولہ کیا کرو یعنی دوپہر کو کچھ دیر سولیا کرو، کیوں کہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا ہے''۔اس سنت میں ہمارے لیے بڑی حکمت پوشیدہ ہے، کیوں کہ قیلولہ کرنے سے جسمانی توانائی بحال اور ذہنی تھکاوٹ دور ہوجاتی ہے۔گویا قیلولہ کے بعد نیا دن شروع ہوجاتا ہے۔

حال ہی میں چین کی ایک کمپنی نے اپنے ملازمین کو دوپہر کے کھانے کے بعد آدھے گھنٹے کی نیند لازمی قرار دی۔رپورٹ کے مطابق چینی کمپنی کے اس اقدام کے نتیجے میں اس کی پیداوار میں ۳۰رفیصد اضافہ ریکارڈ کیا گیا۔ (وقت نیوز آن لائن)

اٹلی میں نومسلم افراد کی تعداد ایک لاکھ:

مسلم کونسل آف اٹلی جو اٹلی کے مسلمانوں کی ایک اہم نمائندہ تنظیم ہے،اس کے حالیہ جاری کردہ بیان کے مطابق اس وقت اٹلی میں آباد مسلمان تقریباً ایک لاکھ کی تعداد میں موجود ہیں جنھوں نے کچھ عرصہ قبل اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔اور وہ وہاں کے مقامی باشندے ہیں، نیز ان میں ۵۵ فیصد خواتین بھی ہیں، جو اس بات کی علامت ہے کہ اسلام خواتین کو زیادہ متاثر کرتا ہے، جبکہ مخالفین اسلام اسلامی قوانین کو خواتین کے حق میں ظلم وجور سے تعبیر کرتے ہیں۔ (صراط مستقیم برمنگھم)

وزیراعظم کا دورۂ سعودی عرب:

خوش آئند خبر ہے کہ ہمارے ملک ہندوستان کے وزیراعظیم نریندر مودی سعودی عرب کے دوروزہ دورہ پر گئے، جہاں ریاض کے گورنر شہزادہ فیصل بن بندر بن عبدالعزیز نے ان کا شاندار استقبال کیا۔یکم ودو اپریل کے اس دوروزہ دورے کے ایجنڈے میں دہشت گردی کے خلاف مؤثر کارروائی نیز توانائی اور صحت کے امور بھی قابل ذکر ہیں۔وزیراعظم نریندر مودی نے ہندوستان میں سعودی سرمایہ داری کے وافر مواقع پر زور دیا جو ہندوستان کی جانب سے فراہم کیے جارہے ہیں۔مسٹر مودی نے شاہ سلمان کے علاوہ سعودی وزیر خارجہ عادل الجبیر اور وزیر صحت خالد الفالح کے ساتھ دارالحکومت ریاض میں دوطرفہ مذاکرات کیے۔

واضح ہو کہ وزیراعظم مودی، چوتھے ہندوستانی وزیراعظم ہیں جنھوں نے سعودی عرب کا دورہ کیا ہے،ان سے پہلے سابق وزیراعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ نے ۲۰۱۰ء، اندرا گاندھی نے ۱۹۸۲ء اور پنڈت جواہر لال نہرو اولین وزیراعظم ہند نے ۱۹۵۶ء میں مملکت سعودی عرب کا دورہ کیا تھا۔ (ٹائمز آف انڈیا:۲/۴/۱۶، ہندوستان:۲/۴/۱۶، انقلاب:۴/۴/۱۶) ☆☆

باب الفتاوی

سوال: آج کل بازاروں میں بہت ایسے کپڑے بیچے جاتے ہیں جن پر تصویریں بنی ہوتی ہیں، کیا ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب بعون الله الحميد ومنه التوفيق والتسديد:

ایسی بنیائن، ٹی شرٹ، جیکٹ، کوٹ، پینٹ، لُوَر، فانیلا اور قمیص جس پر کسی جان دار اور ذی روح کی تصویر بنی ہوئی ہو یا صلیب بنی ہوئی ہو یا ایسا لوگو ہو جس میں تصویر بنی ہو، خواہ وہ سامنے ہو یا پیٹھ کی طرف یا کندھے کے ارد گرد یا بازو پر ہو تو ایسا لباس پہننا شرعاً ممنوع اور حرام ہے۔ صحیح بخاری (۳۷۴) میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: كان قرام لعائشة سترت به جانب بيتها، فقال النبي ﷺ أميطي عنا قرامك هذا، فإنه لا تزال تصاويره تعرض في صلاتي عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک پردہ تھا جس سے انہوں نے گھر کے ایک جانب کا پردہ کر رکھا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اس پردہ کو مجھ سے ہٹا دو، اس لیے کہ اس کی تصویریں مجھے نماز میں پریشان کر رہی ہیں۔

اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے: باب إن صلى في ثوب مصلب أو تصاوير هل تفسد صلاته ؟ اگر کسی نے صلیب یا تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی تو کیا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی؟ اس اختلافی مسئلہ کی بنیاد اس اصولی مسئلہ پر مبنی ہے کہ کیا نہی منہی عنہ کے فساد کا تقاضہ کرتا ہے یا نہیں؟ اہل علم کا اس میں اختلاف ہے۔ کتاب الصلاۃ میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنا کوئی موقف ظاہر نہیں کیا ہے۔ اس کے برعکس کتاب اللباس میں كراهية الصلاة في التصاوير کا باب باندھ کر اپنا موقف بیان کیا ہے کہ تصویر والا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ باب کے تحت انس رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث کو ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس حدیث سے تصویر والا کپڑا پہننے کی ممانعت پر بایں طریقہ استدلال کیا ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو پردہ ہٹانے کا حکم دیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تصویر والا کپڑا پہننا اور اسے استعمال کرنا بدرجہ اولی ممنوع ہے۔ فتح الباری (۱/ ۵۷۷)

ابن بطال کہتے ہیں: تصویر والا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا شدید ممنوع ہے اور یہ کراہیت پر محمول ہے تاہم اگر کسی نے اسے پہن کر نماز پڑھ لی تو اہل علم کے نزدیک اس کی نماز کافی ہوگی، کیوں کہ نبی ﷺ نے اپنی نماز کا اعادہ نہیں کیا۔ شرح صحیح بخاری (۲/ ۳۸)

کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز باطل نہیں ہوئی تھی، اس لیے اعادہ کی کوئی حاجت نہ تھی۔ سبل السلام (۱/ ۲۲۶) اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے لٹکائے ہوئے پردہ میں جو تصویر تھی وہ جاندار یا ذی روح کی نہ تھی، بلکہ درخت وغیرہ کی تھی۔ شیخ

الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارک پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: القرام المذکور فی الحدیث کا نت تصاویرہ من غیر الحیوان، کصورة الشجر ونحوها. مرعاۃ المفاتیح (۲/۴۷۴) حدیث میں مذکورہ پردہ کی تصویر جاندار کے علاوہ مثلا درخت وغیرہ کی تھی۔ لیکن مصلی تصویر والے کپڑوں میں نماز پڑھنے کی وجہ سے گنہگار رہوگا۔اس لیے یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ آدمی حصول ثواب کے لیے نماز بھی پڑھے اور گناہ کی گٹھری بھی لادے رہے۔لہذا ایسے کپڑوں کو یا تو پھاڑ دینا چاہیے یا انہیں پاپوش بنالینا چاہیے۔صحیح بخاری (۵۹۵۲) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: أن النبی صلی الله علیه وسلم لم یترك فی بیته شیئا ــ وفی روایة الإسماعیلی: ستراً أو ثوباً ــ فیه تصالیب إلا نقضه نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کوئی ایسا کپڑا یا پردہ نہیں چھوڑتے جس میں صلیب ہوتی، مگر آپ اسے پھاڑ دیتے۔

اسماعیلی کی روایت کے لیے دیکھیں: فتح الباری (۱/ ۵۷۷)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال العلماء: تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم ، وهو من الکبائر ؛ لأنه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید ، سواء صنعه لما یمتهن أم لغیره ، فصنعته حرام بکل حال ، لأن فیه مضاهاة لخلق الله تعالی، وسواء کان فی ثوب أو بساط أو درهم أو دینار أو فلس أو إناء أو حائط أو غیرها. شرح نووی علی مسلم (۱۴/۸۱)

علماء کا فرمان ہے کہ جاندار کی تصویر سخت حرام ہے۔اور یہ کبائر میں سے ہے اس لیے کہ اس پر شدید وعید ہے۔خواہ یہ تصویر احترام کے لیے ہو یا غیر احترام کے لیے ہو، ہر حالت میں اس کا بنانا حرام ہے کیوں کہ اس میں اللہ تعالی کی خلقت کی برابری ہے۔خواہ یہ کپڑے میں ہو یا بچھانے والی چادر میں ہو، دینار و درہم میں ہو یا پیسے میں ہو، برتن میں ہو یا دیوار میں ہو۔

تصویر سے مراد کسی ذی روح مصنوعی تصویر ہے، جو عزت و احترام کے ساتھ رکھی گئی ہو، خواہ وہ مجسمے کی صورت میں ہو یا کسی کاغذ، دیوار یا کپڑے پر بنائی گئی ہو، ہاتھ سے بنائی گئی ہو یا کسی آلے اور مشین کے ذریعہ سے بنائی گئی ہو، یا کسی تعظیم کی خاطر بنائی گئی ہو۔پہلی صورت میں اسراف میں داخل ہے اور رحمت و برکت کے فرشتے کے داخلے کی پابندی کا ذریعہ اور بروز قیامت باعث عذاب ہے۔دوسری صورت میں شرک کا پیش خیمہ ہے، سابقہ قوموں میں شرک اسی دروازہ سے داخل ہوا تھا۔

حدیث میں ہے: إن أشد الناس عذاباً عند الله یوم القیامة المصورون. بخاری (۵۹۶۰) نسائی (۵۳۶۶) قیامت کے دن اللہ تعالی کے نزدیک سخت عذاب پانے والے مصور ہوں گے۔دوسری حدیث میں ہے: لا تدخل الملائکة بیتاً فیه کلب ولا تصاویر . بخاری (۴۹۵۹) نسائی (۵۳۴۹) فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے داخل ہونے کہ اجازت طلب کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آ جائیں۔انہوں نے کہا: میں کیسے داخل ہوسکتا ہوں جب کہ آپ

کے گھر میں ایک پردہ ہے جس میں تصویریں بنی ہوئی ہیں؟ یا تو آپ ان کا سر کاٹ دیں یا اسے چٹائی بنا کر بچھا لیں۔ ہم فرشتے کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں تصویریں ہوں۔ ابوداود (۴۱۵۸) ترمذی (۲۸۰٦) نسائی (۵۳٦۷)

اس لیے صحیح اور موزوں لباس وہی ہے جو شریعت کے موافق ہو۔ اسی میں نماز پڑھنی چاہیے اور اپنی نمازوں کو برباد ہونے سے بچانا چاہیے۔ فضول خرچی، ریاکاری اور فخر وتکبر سے لبریز لباس اور حیا سوز کپڑوں میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے اور نہ ہی ایسے کپڑوں کو استعمال کرنا چاہیے کہ اس سے دوسروں کی نماز میں خلل واقع ہو۔ ریشمی کپڑے اور ٹخنوں سے نیچے لٹکنے والے کپڑے شرعاً حرام ہیں، اسی طرح وہ کپڑے بھی حرام ہیں جو معصفر (کسم سے رنگے ہوئے) ہوں (نسائی ۵۳۱۸) کیوں کہ ایسے لباس مردوں کے وقار کے خلاف ہیں۔

غیر ذی روح اشیاء کی تصویر اگرچہ جائز ہے مگر تقوی کے خلاف ہے اسی لیے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کمال تقوی کی وجہ سے اپنے بستر کی چادر کو غیر ذی روح تصویروں سے مزین کرنا مناسب نہ سمجھا۔ نسائی (۵۳۵۱)۔ غیر ذی روح اشیاء کے جواز کا یہ مطلب نہیں کہ اسے وسیع پیمانہ پر کاروبار کا حصہ بنالیا جائے یا زینت کی جگہ استعمال کیا جائے۔

لباس کسی بھی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس سے انسان کی مالی، ذہنی اور سماجی حیثیت کا پتہ چلتا ہے۔ مزید برآں لباس سے کسی کے مہذب اور غیر مہذب ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے، اس لیے صاف، ستھرا، خوب صورت، باپردہ اور اپنی پرسنالٹی کے لحاظ سے لباس کا انتخاب کرنا چاہیے۔ سنن ابوداود (۴۰٦۳) اور سنن نسائی (۵۲۲۵) کی صحیح روایت میں ابوالاحوص کے والد مالک بن نضلہ جشمی بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے میرے بوسیدہ کپڑے کو دیکھا تو فرمایا: کیا تیرے پاس مال ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہر قسم کا مال ہے۔ آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالی نے تجھے دولت سے نوازا ہے تو اللہ کی نعمت اور اس کے اعزاز کا اثر تمہارے اوپر نظر آنا چاہیے۔ سنن ترمذی (۲۸۱۹) کی روایت میں ہے: إن الله يحب أن يرى أثر نعمته على عبده اللہ تعالی اپنی نعمتوں کا اثر اپنے بندوں پر دیکھنا پسند کرتا ہے۔

سب سے بہتر لباس تقوی کا لباس ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يا بنی آدم قد أنزلنا عليكم لباساً يواري سوآتكم وريشاً ولباس التقوى ذلك خير ، ذلك من آيات الله لعلهم يذكرون﴾ (الاعراف: ۲٦) اے آدم علیہ السلام کی اولاد ہم نے تمہارے لیے لباس بنایا جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور تقوی کا لباس اس سے بڑھ کر ہے۔ یہ اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ یاد رکھیں، والله أعلم بالصواب.

دار الإفتاء
جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس

☆☆☆